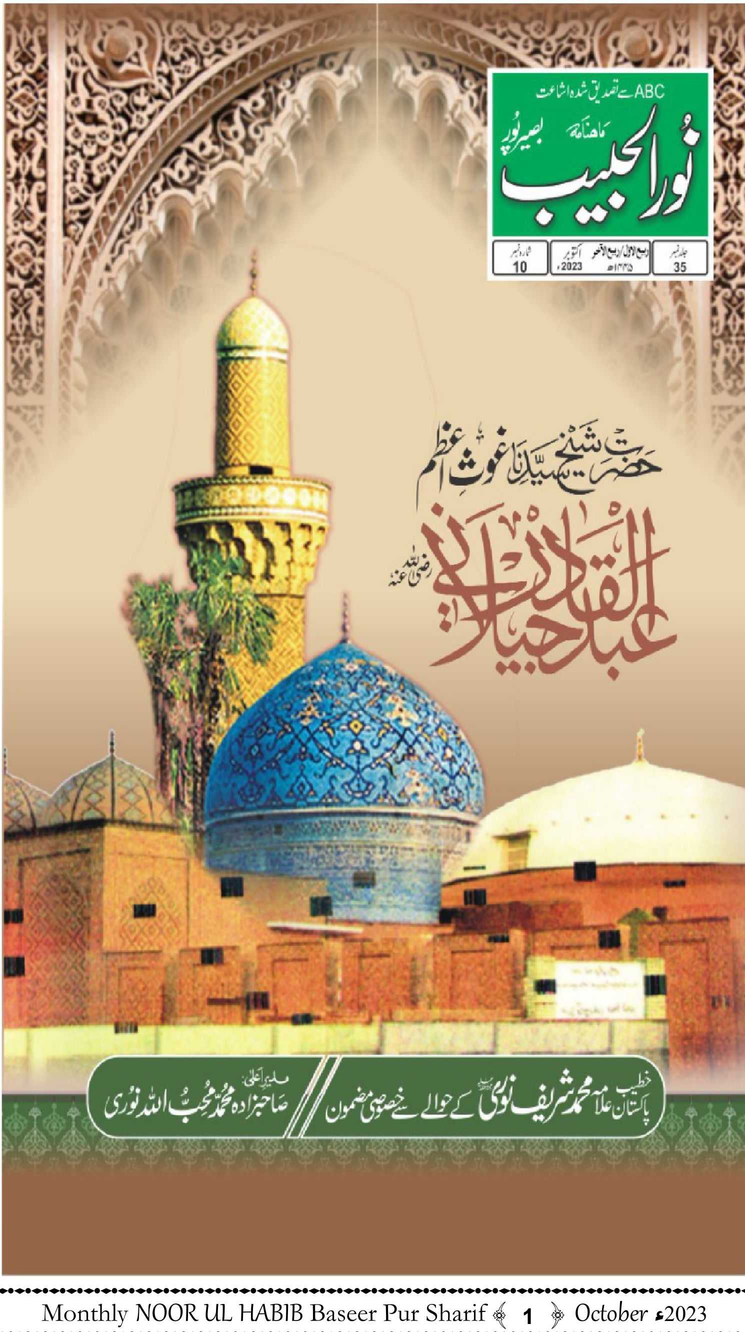
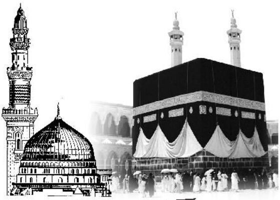


ABC سے تصدیق شدہ اشاعت
ماہنامہ
نور الحبیب
بصیر پور
جلد نمبر 35
ربیع الاول/ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ
اکتوبر 2023ء
شمارہ نمبر 10
حضرت شیخ سیدنا غوثِ اعظم
عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ
خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری کے حوالے سے خصوصی مضمون
مدیرِ اعلیٰ: صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (القرآن)

ھُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ لِکُلِّ ھَوْلٍ مِّنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمِ



ماھنامہ نور الحبیب بصیر پور

Regd No. PS | CPL - 25 ISSN 1993-4238

زیر ظل عاطفت

فقیہ اعظم حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہٗ

بانی دار العلوم حنفیہ فریدیہ و ماہنامہ نور الحبیب

ربیع الاوّل - ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ جلد نمبر 35

اکتوبر 2023ء شمارہ نمبر 10

خصوصی چندہ سالانہ: 4000/= روپے

عمومی چندہ سالانہ: 800/= روپے

فی کاپی: 70/= روپے

نوٹ: جو مستقل قارئین ماہنامہ "نور الحبیب" بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ سالانہ چندہ کے ساتھ مبلغ=/120 روپے مزید بھیجیں، انھیں ہر ماہ رسالہ بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک پوسٹ کر دیا جائے گا --- ان شاء المولیٰ تعالیٰ

ترسیل زر کا پتہ: انجمن حزب الرحمٰن (شعبۂ تبلیغ) دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور ضلع اوکاڑا پوسٹ کوڈ 56011

E-Mail: noorulhabibmonthly@gmail.com

www.facebook.com/mohibnoori
www.facebook.com/hanfiafaridiah

ناشر محمد محب اللہ نوری نے گنج شکر پرنٹرز لاہور سے چھپوا کر دفتر نور الحبیب بصیر پور سے شائع کیا

اس شمارے میں

منظومات

حمدِ باری تعالیٰ

خدا کی یاد میں وہ رنگ لائی بے خودی اپنی — بدن تو فرش پر تھا، روح فوق از عرش تھی اپنی
اُسی خلاق کے لطف وعطا کا اک کرشمہ ہے — شعورِ بندگی ، اخلاق ، علم و آگہی اپنی
اُسی کے فضل سے ارض وسما میں اک توازن ہے — اُسی کے لطفِ پیہم سے رواں ہے زندگی اپنی
کبھی شکلِ پیمبر میں نوازا نور سے اپنے — کبھی قرآن کی صورت میں بھیجی روشنی اپنی
خدا کی بندگی کا دَور دورہ ہو گیا ہر سو — ''عرب کے چاند نے پھیلائی جس دم روشنی اپنی''
منور ہو گئے ظلمت کدے تہذیبِ عالم کے — ''عرب کے چاند نے پھیلائی جس دم روشنی اپنی''
دیا پہلے تناسب آدم خاکی کے پتلے کو — پھر امرِ کُن کہا اور روح اس میں پھونک دی اپنی
کوئی لمحہ بھی ذکرِ ذاتِ باری سے نہ خالی تھا — گزاری یادِ حق میں شاہِ دیں نے ہر گھڑی اپنی
ضیائے اسمِ ذاتِ پاک سے دل ہو گیا تاباں — جمالِ نورِ حق سے چھٹ گئی تیرہ شبی اپنی
بفیضِ اقتدا و اتباعِ سرورِ عالم ﷺ — ہوئی مقبول پیشِ حق تعالیٰ بندگی اپنی

کرم کا ہر گھڑی شہزادؔ پر تم سائباں رکھنا
خدایا! کھل گئی ہے آج مجھ پر بے بسی اپنی

علامہ ڈاکٹر محمد شہزاد مجددی

نعت شریف

رسائی بارگاہِ پاک میں جس دم ہوئی اپنی
مقدر اَوج پر تھا ، کیفیت تھی دیدنی اپنی

حضورِ خواجۂ طیبہ ہوئی پھر حاضری اپنی
خدا کے فضل سے کچھ رنگ لائی بندگی اپنی

دل و روح و بدن تھے سامنے سرکار ﷺ کے حاضر
حقیقت اس گھڑی مجھ پر حقیقت میں کھلی اپنی

یہ ان کے التفاتِ بے کراں کا اک بہانہ ہے
عزیز از جان مجھ کو اس لیے ہے بے کسی اپنی

فضیلت آپ کی بعد از خدا سب پر مسلّم ہے
جتائی ہی نہیں لیکن کسی پر برتری اپنی

گرایا اس نے جب مجھ کو شہِ والا کی چوکھٹ پر
فقط اس دن مجھے اچھی لگی یہ بے خودی اپنی

چھٹی ظلمت ، اجالا ہو گیا سارے زمانے میں
''عرب کے چاند نے پھیلائی جس دم روشنی اپنی''

کمائی ہے یہی شہزاد عمرِ چند روزہ کی
کٹی ہے مدحِ محبوبِ خدا ﷺ میں زندگی اپنی

علامہ ڈاکٹر محمد شہزاد مجددی

جہاں ذکرِ میلادِ خیر البشر ہو

زمیں محترم ، آسماں محترم ہے
مدینے کا سارا جہاں محترم ہے
جہاں ذکرِ میلادِ خیر البشر ﷺ ہو
خدا کی قسم! وہ مکاں محترم ہے
ترا نام بھی جان و دل سے ہے پیارا
تری یاد بھی جانِ جاں محترم ہے
ہیں صبحِ طرب شام رنگیں کے جلوے
ترے شہر کا ہر سماں محترم ہے
بسی ہو جہاں تیری زُلفوں کی خوشبو
وہ دل محترم ہے ، وہ جاں محترم ہے
مدینے کا ہر قافلہ ہے مکرم
مدینے کا ہر کارواں محترم ہے
شہِ دیں کا ہر تذکرہ ہے گرامی
شہِ دیں کی ہر داستاں محترم ہے
یہ فیضان ہے ایک اُمی لقب کا
کہ مظہر کا رنگِ بیاں محترم ہے

حافظ مظہر الدین مظہر

نغمہ نگارِ نعت جو میرا قلم ہوا

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حق کا ظُہور ، صورتِ نورِ حرَم ہُوا
نورِ حرَم کے آ گے ، سرِ جَہل ، خَم ہُوا

نغمہ نگارِ نعت جو میرا قلم ہوا
سارا زمانہ آ کے مرا ہم قدم ہوا

اُن کی نگاہِ جود وسخا ، جُو بہ جُو ہوئی
اُن کا نزولِ فیض وکرم ، یم بہ یم ہوا

آپ آئے تو ضمیرِ نگر جگمگا اٹھے
آپ آئے تو شعور کا اونچا علَم ہوا

یہ راز تو ہے سارے زمانے پہ آشکار
سر ، ظلمتوں کا ، نورِ حرا سے ، قلم ہوا

عرصہ گہِ جہاد میں ، ہر اِک محاذ پر
دستِ کریم ، یاورِ اہلِ ہِمَم ہوا

جَیشِ ظُلَم کو ظُلم کی ، ہمت نہ پھر ہوئی
اس طرح ، دستِ نور سے ، قَطعِ ظُلَم ہوا

ورنہ ، دل ونگاہ میں پیہم تھا اضطراب
شُکرِ خُدا! کہ نعت کا ساماں بہم ہوا

جس نے وُفورِ شوق میں ، نعتِ نبی کہی
روشن ، ہمیشہ اس پہ ہی ، مِہرِ کرم ہوا

چشمِ رسولِ پاک میں آنے کی دیر تھی
فضلِ خدائے پاک ہوا ، دم بہ دم ہوا

مجھ کم ترین و عاصی و خاطی پہ ، بارہا
سرکارِ دوجہان کا ، یکتا کرم ہوا

رحمت ، نثار ہونے کو آتی ہے بار بار
دل کے وَرَق پہ لفظِ محمّد ، رَقم ہوا

یہ دل تو کیا ، دماغ بھی ، روشن ہوا تمام
جب سے امام ، آپ کا نقشِ قدم ہوا

نوعِ بشر کے واسطے ، یومِ نُشُور تک
مِنہاجِ نور ، مَنہَجِ خیرُ الاُمَم ہوا

جمشید ، اس کو رکھتی ہے ، رحمت حصار میں
جو خوش نصیب ، ناعتِ صدرِ اُمم ہوا

جمشید کمبوہ

انوار القرآن

قصۂ قارون

مصر کے رئیسِ اعظم کا عبرت ناک انجام

پروفیسر خلیل احمد نوری

قصۂ قارون کا پس منظر

قارون کا قصہ سورۂ قصص کی آیات ۷۶ تا ۸۲ میں بیان ہوا ہے۔ اس سورۃ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، فرعون کے گھر میں آپ کی پرورش، سفر مدین کی سرگزشت اور نبوت ملنے تک کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخاطب قوم کی طرف روئے سخن فرمایا ہے۔ مشرکینِ مکہ کے قبولِ اسلام میں جو اسباب رکاوٹ تھے، ان میں اہم وجہ ان کی سرمایہ دارانہ اور دنیا پرست ذہنیت تھی۔ مکہ کے بڑے بڑے ساہوکار، تاجر اور سرمایہ دار قارونِ وقت بنے ہوئے تھے۔ اسلام کی چھتری تلے آنے سے انہیں اپنی عظمت اور سرداری کا محل زمین بوس ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس لیے یہاں بطورِ مثال، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ایک بڑے سیٹھ قارون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ مکہ کے رئیسوں، سرداروں

اور تاجروں کو خبردار کیا گیا ہے کہ دولت مندی کے نشے میں انکارِ حق کا وہی انجام ہوتا ہے جو قارون کا ہوا۔

قارون کا تعارف

قارون، بنی اسرائیل کا ایک فرد اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتے دار تھا۔ اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ وہ آپ کا چچازاد بھائی تھا۔ ابنِ اسحاق کی تحقیق ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ ایک روایت میں آپ کا خالہ زاد بتایا گیا ہے۔ خوبصورتی اور روشن چہرے کی وجہ سے لوگ اسے ''منوّر'' کہتے تھے۔ اسے دوسرے بنی اسرائیل کی نسبت تورات زیادہ یاد تھی اور خوب صورت آواز سے بکثرت اس کی تلاوت کرتا تھا۔ سامری، کہ جس نے سونے سے بچھڑے کا ڈھانچہ بنا کر بنی اسرائیل کو اس کی پرستش پر لگایا، کی طرح قارون بھی منافق ہوگیا تھا اور اپنی قوم کے خلاف فرعون کا ساتھی بن گیا۔ اس کے کفر اور منافقت کی وجہ، مال و دولت کا غرور اور سرداری کی تمنا تھی۔ وہ احساسِ برتری میں دوسروں سے بالشت بھر، بڑا لباس پہنتا تھا۔ بنی اسرائیل کی سیادت و قیادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھی، جب کہ حضرت ہارون علیہ السلام ان کے وزیر اور شریکِ نبوت تھے۔ قربان گاہ کا انتظام ان کے سپرد تھا، جہاں بنی اسرائیل اپنی قربانیاں لاتے تھے۔ قارون کو حسد ہوا کہ میں بھی ان کی برادری کا اور رشتے دار بھائی ہوں مگر اس سیادت و قیادت میں میرا حصہ کیوں نہیں۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس بات کی شکایت کی، آپ نے اسے سمجھایا کہ نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، مگر وہ اس پر مطمئن نہ ہوا اور آپ سے حسد کرنے لگا۔ [۱]

قارون ، فرعونی حکومت کا ایجنٹ

جن دنوں بنی اسرائیل، فرعون کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے تھے اور فرعون، ان کی نسل کشی سے ان کا قومی وجود ختم کرنے کے درپے تھا، قارون، فرعونی حکومت کے کارندے اور ایجنٹ کا کردار ادا کر رہا تھا۔ ظالم حکمرانوں کا یہی دستور ہے کہ وہ مظلوموں میں سے کسی کو اپنا آلہ کار بنا کر اسے اس کی قوم پر مسلط کرتے ہیں۔ قارون بھی فرعون کا ساتھی بن کر اپنی قوم کے خلاف ہوگیا۔ قرآن کریم میں ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی عَلَیْھِمْ ---[۲]

یعنی قارون قومِ موسیٰ میں سے تھا، پھر وہ اپنی قوم کے خلاف سرکش ہوگیا۔

یہاں سرکشی سے مراد اس کے وہ مظالم ہیں جو اس نے اپنی قوم پر ڈھائے۔ وہ دوسرے بنی اسرائیلیوں کو حقیر اور کمتر سمجھتا تھا اور مال کو اپنی طرف منسوب کرتا تھا۔ حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''قارون سرمایہ دار آدمی تھا اور فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل پر حکمران مقرر تھا۔ اس عہدے اور منصب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے بنی اسرائیل کو ظلم وستم کا نشانہ بنانا شروع کیا'' ---[۳]

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ قارون کی ضمیر فروشی اور قوم فروشی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس کا کام صرف یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو اس غلامانہ زندگی پر مطمئن رکھے اور انہیں یہ بات ذہن نشین کرا دے کہ آزاد رہنے سے انہیں طرح طرح کے خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اب وہ فرعون کے ظلِ سلطانی میں بے فکر زندگی بسر کررہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں غلامی کی بیڑیاں اور گلے میں غلامی کے طوق باعث ننگ و عار نہیں بلکہ ان کے لیے باعثِ صد عزت ہیں۔ اسی قوم فروشی کی وجہ سے فرعون نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے تھے اور اس کو اپنی سلطنت کا رکن بنالیا تھا'' ---[۴]

فرعون اور ہامان کا ساتھی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قریبی رشتے دار اور تورات کا قاری ہونے کے باوجود، قارون کے باغیانہ کردار اور کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے فرعون و ہامان کا ساتھی شمار کیا ہے۔ فرعون سے قرب خاص اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ساتھ حسد ورقابت نے قارون کو اس قدر گمراہ اور سرکش بنا دیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس قوم کی ہدایت واصلاح کے لیے بھیجے گئے تھے، ان کے نمایاں کرداروں میں فرعون اور اس کے وزیر ہامان کے علاوہ قارون بھی شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ فرعون، ہامان

اور قارون کی طرف بھیجا، تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، سخت جھوٹا''---[۵]

ایک اور مقام پر قارون کی ہلاکت کو باقی دونوں کرداروں کے ساتھ اکٹھا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم نے بیان کیا ہے:

''اور (ہم نے ہلاک کر دیا) قارون، فرعون اور ہامان کو، جب کہ ان کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) روشن دلیلوں کے ساتھ تشریف لائے۔ پس وہ زمین میں غرور و تکبر میں مبتلا رہے۔ مگر وہ (ہم سے) آگے بڑھنے والے نہیں تھے''---[٦]

قارون، مصر کا رئیس اعظم کیسے بنا؟

قرآن کریم نے قارون کی مال داری کا جس طرح ذکر کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے شمار دولت کا مالک تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَ اٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ---[۷]

''اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیے تھے کہ ان کی چابیاں طاقت ور آدمیوں کی ایک جماعت آسانی سے نہ اٹھا سکتی تھی''---

یعنی اس کے خزانے بہت سے تھے اور ہر خزانے کی الگ کنجی تھی۔ ان چابیوں کو اٹھا کر رکھنے، لانے، لے جانے اور سنبھالنے پر ایک جماعت مقرر تھی۔ قشیری نے کہا کہ اس کے خزانوں کی کنجیاں اٹھانے کے لیے تین سو خچروں کی ضرورت ہوتی تھی۔ بعض نے لکھا کہ چالیس خچروں پر چابیاں لادی جاتی تھیں[۸] (بظاہر یہ بات انتہائی مبالغہ آمیز معلوم ہوتی ہے) قرآن مجید میں لفظ ''عصبة'' آیا ہے، جس کا مطلب ایک بڑی جماعت ہے، جس میں کم از کم دس سے پندرہ آدمی ہوں۔ جب کنجیاں اتنی کثرت سے تھیں کہ انہیں دس پندرہ طاقت ور آدمی مشکل سے اٹھا سکتے تھے، تو خزانوں کی کثرت کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کا ایک خزانہ اگر اہل بصرہ پر تقسیم کیا جائے تو ان کی ضرورتوں کے لیے کافی ہو جائے[۹] بہرحال، یہ قرآن کریم کی بیان کردہ حقیقت ہے کہ قارون اپنے وقت کا غیر معمولی مال دار آدمی تھا۔

قارون کے کثرتِ مال کی اصل وجہ یہ تھی کہ اسے فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل کا حاکم بنایا گیا اور وہ بنی اسرائیل پر فرعونی حکومت کی ظالمانہ پالیسیاں نافذ کرتا تھا۔ اس عہدے اور

منصب نے فرعونی حکومت کا اہم کل پرزہ بنا کر اس کے لیے آمدنی کے ذرائع کشادہ کر دیے۔ اپنوں پر ظلم وستم کے بدلے میں اسے ہر طرح کی صنعتی اور تجارتی سہولتیں میسر تھیں۔ جن سے فائدہ اٹھا کر اس نے دولت میں بے پناہ اضافہ کیا۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری فرماتے ہیں:

''استعماری طاقتوں کی طرح فرعون ایسے ضمیر فروشوں سے خوب واقف تھا اور اسے جی بھر کر رشوت دیتا تھا۔ اسے کاروباری مواقع اور سہولتیں میسر تھیں جس سے اس کا کاروبار خوب چمکا اور مصر کا رئیس اعظم بن گیا''---[۱۰]

ایک ضعیف قول کے مطابق قارون علم کیمیا جانتا تھا اور لوہے جیسی سستی دھاتوں کو سونے میں بدل لیتا تھا۔ یہ قول اس لیے اختیار کیا گیا کہ جب اس کی قوم کے بڑوں نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ مال داری پر غرور وتکبر نہ کر، تو اس نے جواب میں کہا:

اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ---[۱۱]

''یہ مال مجھے میرے علم سے ملا ہے''---

اس سے سمجھ لیا گیا کہ قارون ایسا علم جانتا تھا کہ جس کے ذریعے معمولی دھاتوں کو سونے میں بدلا جاسکتا ہے۔ مفسر قرآن ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیا گری کے قول کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی چیز کی ماہیت اور عینیت (حقیقت یا کایا) تبدیل کرنا، یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت ہے اور کسی انسان کے بس میں نہیں ہے۔ لہٰذا کیمیا گری سے سونا بنانے کی کوئی حقیقت نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ابنِ کثیر نے اس مقام پر اولیاء اللہ کی کرامات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بطورِ کرامت کسی چیز کی حقیقت تبدیل ہوسکتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''خیال رہے کہ بعض اولیاء اللہ کے ہاتھوں جو کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور کبھی کبھی چیزیں تبدیل ہو جاتی ہیں، ان کا ہمیں انکار نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایک خاص فضل ہوتا ہے، وہ بھی ان کے بس کا نہیں ہوتا، نہ ان کے قبضے کا ہوتا ہے۔ کرامت کوئی کاریگری یا صنعت یا علم وہنر نہیں، بلکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے فرمان کا نتیجہ ہے، جو اللہ اپنے فرماں بردار نیک بندوں کے ہاتھوں اپنی مخلوق کو دکھا دیتا ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت حیوہ بن شریح مصری رحمۃ اللہ علیہ

سے ایک مرتبہ کسی سائل نے سوال کیا اور آپ کے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اس کی حاجت مندی اور ضرورت کو دیکھ کر آپ بہت دکھی ہوئے۔ آخر آپ نے ایک کنکر زمین سے اٹھایا اور کچھ دیر اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ کر کے ضرورت مند کی جھولی میں ڈال دیا تو وہ سونے کا بن گیا۔

معجزے اور کرامات، حدیثوں اور آثار میں بہت بیان ہوئے ہیں، جن کو یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ قارون اسم اعظم جانتا تھا جسے پڑھ کر اس نے دولت مندی کی دعا کی تو وہ اس قدر مال دار ہوگیا'' ---[۱۲]

قوم کے علماء کی قارون کو نصیحتیں

قرآن کریم میں ہے کہ قارون کو قوم کے علماء نے سمجھایا۔ یہاں قوم کے اہلِ علم سے مراد حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گاہے گاہے اسے متنبہ کرتے رہے اور بعد میں بنی اسرائیل کے نیک لوگوں اور علماء نے بھی اسے ناصحانہ انداز میں سمجھایا۔ چنانچہ قرآن کریم کے مطابق اسے تین باتوں کی نصیحت کی گئی:

❶ دولت مندی کے گھمنڈ میں فخر و غرور کے طور پر خوش نہ ہوا کر۔ کیونکہ بطورِ تکبر اظہارِ مسرت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔[۱۳]

فرح، یعنی اظہارِ مسرت کوئی ممنوع اور قابلِ مذمت بات نہیں، بلکہ بعض وقتوں میں اظہارِ مسرت قابلِ تعریف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نعمتِ خداوندی پر خوش ہونے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ---[۱۴]

''(اے نبی) فرما دیجیے! اللہ کے فضل اور اس کی رحمت ملنے پر (اہلِ ایمان) خوش ہوا کریں'' ---

البتہ، جب انسان کسی نعمت کو اپنا ذاتی کمال قرار دے اور اسے اللہ تعالیٰ کا انعام نہ سمجھے، پھر یہ خوشی، تکبر کی حد تک پہنچ جائے تو قابلِ مذمت اور ناجائز ہے۔ قارون کو گھمنڈ تھا کہ دولت کے یہ انبار اس کی قابلیت، محنت اور ہنر مندی کا نتیجہ ہیں، اس لیے کبر و غرور میں مبتلا ہوا۔ اس کی چال، گفتگو، لباس، زیب و زینت اور قوم کے ساتھ رویے سے کبر و غرور ٹپکتا تھا۔

قوم کے بزرگوں نے اسے اس سے روکا، مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔

❷ بنی اسرائیل کے اہلِ علم نے قارون کو دوسری نصیحت یہ کی کہ اللہ تعالیٰ نے جو تجھے مال دے رکھا ہے، اس کے ذریعے آخرت کا گھر بنانے کی کوشش کر اور دنیا سے اپنا حصہ لینا نہ بھول۔[۱۵]

مطلب یہ کہ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی آخرت سنوار لے۔ جیسے عمر، جوانی، قوت، صحت اور مال و دولت کے ذریعے کیے ہوئے وہ اعمال جو آخرت میں کام آئیں[۱۶] مثلاً صدقہ و خیرات، صلہ رحمی اور دیگر اعمالِ صالحہ وغیرہ۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون سے کہا کہ وہ اپنے مال کا ہزاروں حصہ بطورِ زکوٰۃ ادا کرے۔ اس نے اقرار کیا مگر حساب کیا تو یہ بہت مال بنا، لہٰذا اس نے کہا کہ اب موسیٰ (علیہ السلام) ہم سے ہمارا مال بھی لینا چاہتا ہے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

دنیا سے حصہ وصول کرنے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ مال و دولت کے ذریعے اپنی عاقبت کا سامان کرنے کے ساتھ اپنی دنیوی ضرورتوں کو فراموش نہ کر۔ اسراف سے بچتے ہوئے اچھا کھا، اچھا پہن، جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا اور حلال چیزوں سے لذت حاصل کر۔ جیسے تجھ پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا کہ بغیر کسی استحقاق کے تجھ پر نوازشات کیں، اسی طرح تو بھی کسی ذاتی غرض اور دنیوی مفاد کے بغیر رشتے داروں اور دیگر اہلِ حقوق پر خرچ کر۔ البتہ اپنے فسادی رویے سے باز آ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ستانا چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی کی مخالفت نہ کر، کیونکہ اللہ تعالیٰ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

قارون کا احمقانہ جواب

قارون پر علماء کی نصیحتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس نے وہی جواب دیا جو اکثر دنیا پرست دیا کرتے ہیں۔ کہا کہ آپ اپنی نصیحتوں کو اپنے پاس رکھیں:

اِنَّمَآ اُوْتِیْتُہٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ---[۱۷]

''یہ جو کچھ مجھے ملا ہے وہ میرے علم کی وجہ سے ہے''---

مفہوم یہ ہے کہ میری دولت کا سبب میں خوب جانتا ہوں۔ یہ مال میری قابلیت، فنِ تجارت، ہنرمندی اور مسلسل محنت کا نتیجہ ہے، اس میں کسی کے احسان کا کوئی دخل نہیں،

لہٰذا مجھے بھی بطورِ احسان کسی کو کچھ دینے کی ضرورت نہیں۔

قارون کے اس قول کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے، میں اس کا مستحق تھا۔ اللہ تعالیٰ میری خوبیوں سے خوب باخبر ہے، میں اس کی نظر میں پسندیدہ انسان ہوں، تبھی اس نے مجھ پر دولت کی بارش کی ہے۔ ایک اور آیتِ کریمہ میں بھی مادیت زدہ انسانوں کی یہی ذہنیت بیان ہوئی ہے:

''اگر ہم انسان کو کچھ مہربانی کا مزہ چکھائیں، اس کے بعد کہ اسے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو کہہ اٹھتا ہے:

لَیَقُوْلَنَّ ھٰذَا لِیْ---[۱۸]

''اس کا تو میں حق دار تھا ہی''---

قارون کے اس احمقانہ قول کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو علم وفضل کا بڑا مدعی بنا پھرتا ہے، کیا اسے معلوم نہیں کہ ماضی میں کتنی قومیں اس سے بھی زیادہ زور آور اور مال ودولت کے اعتبار سے کہیں زیادہ شان وشوکت والی تھیں، مگر انہیں ان کی سرکشی کے باعث ہلاک کر دیا گیا اور ان کی ہنرمندی، قابلیت اور مال کی فراوانی کسی کام نہ آئی۔ ہاں، یاد رہے کہ جب مجرموں پر جرم ثابت ہو جاتا ہے تو ان سے یہ سوال نہیں کیا جاتا کہ تمہارے گناہ کیا ہیں۔[۱۹]

دولت کی نمائش کا اہتمام

قارون اپنی دولت پر اکثر شیخی بگھارتا رہتا تھا اور کہتا: اگر موسیٰ وہارون (علیہما السلام) کے پاس نبوت ہے تو کیا ہوا، میرے پاس مال ودولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی اور کے پاس نہیں۔ ایک دن اس نے نمائشِ دولت کا خوب اہتمام بھی کیا تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کو مرعوب کیا جا سکے اور عوام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر اس کے ساتھ آ ملیں۔ قرآن کریم نے اس اظہار ونمائشِ دولت کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ---[۲۰]

''وہ اپنی قوم کے سامنے بڑی زیب وزینت کے ساتھ نکلا''---

اس زیب وزینت کی کچھ تفصیل مفسرین نے بیان کی ہے۔ مثلاً حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قارون اور اس کے حواریوں کا یہ جلوس چار ہزار سواریوں پر مشتمل تھا۔

وہ خود اور ان کی سواریاں شوخ گلابی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ابن زید نے کہا کہ میرے والد ذکر کیا کرتے تھے کہ قارون ستر ہزار کے جلوس کے ساتھ نکلا۔ مقاتل بیان کرتے ہیں کہ وہ چتکبرے خچر پر سوار تھا، جس کی زین سونے کی تھی، ساٹھ ہزار گھڑ سوار تھے، جنہوں نے شوخ گلابی رنگ کے لباس پہن رکھے تھے۔ اس کے ساتھ تین سو گورے رنگ کی لڑکیاں تھیں، جو زیور اور سرخ لباس پہن کر چتکبرے خچروں پر سوار تھیں۔ [۲۱]

یہ اسرائیلی روایات ہیں اور ہمارے پاس ان کی تصدیق کا کوئی معتبر ذریعہ نہیں ہے۔ تاہم قرآن کریم نے قارون کی کثرتِ دولت کا جس طرح ذکر کیا ہے اور ''فی زینتہ'' کے الفاظ سے زیب و زینت کے ساتھ نکلنے کو بیان کیا ہے، یقیناً اس نے اس نمائشی جلوس کا خوب اہتمام کیا ہوگا۔

قارون کا ٹھاٹھ دیکھنے والوں کی غلط آرزوئیں

قارون کا یہ ٹھاٹھ، زیب و زینت، حسن و جمال اور شان و شوکت دیکھ کر ظاہر بین، دنیادار لوگوں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ کہنے لگے، کاش! ہمارے پاس بھی اتنا مال ہوتا جتنا قارون کے پاس ہے۔ یہ تو بڑے نصیب والا اور خوش قسمت انسان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج کی طرح ماضی میں بھی سرمایہ داروں کی یہی روش رہی ہے کہ ظاہر بینوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے، ان ہی کے خون کو نچوڑ کر کمائی ہوئی دولت کی خوب نمائش کی جائے تاکہ اہلِ حق کا زور توڑا جا سکے۔ جن لوگوں نے دنیوی خوش حالی کی خواہشات پال رکھی ہوں وہ ظاہری چمک دمک اور چکا چوند سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور ان کے دلوں میں اسی طرح کی آرزوئیں مچلنے لگتی ہیں، جیسا کہ قارون کے جلوس کو دیکھ کر اس وقت کے دنیاداروں کے دلوں میں تمناؤں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔

دوسری طرف، قارون کے اس عالی شان جلوس کا ان لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا جو دنیا کی فانی زندگی اور اس کے مال و متاع کی ناپائے داری سے باخبر تھے۔ انہوں نے دنیاداروں کی گفتگو اور خواہشات سن کر انہیں سمجھایا اور کہا کہ تم پر افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں ایمان والوں اور نیک بندوں کے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے، وہ اس سے کہیں بہتر ہے۔ البتہ آخرت کی نعمتیں صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہیں جو اس چند روزہ زندگی میں راہِ عمل پر

ثابت قدم رہتے ہیں۔[۲۲]

قارون کا عبرت ناک انجام

تکبر و سرکشی، دنیوی شان وشوکت کا اظہار اور زیب و زینت کی نمائش، قارون کی ہلاکت کا باعث ثابت ہوئی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے خلاف دعا کی، جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا۔ اسے بھی اور اس کے محل، مال واسباب، خزانوں اور ساتھیوں کو بھی زمین میں دھنسا دیا گیا۔ قارون کے اس انجام کی قرآن مجید نے یوں خبر دی ہے:

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ قف فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ق وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِیْنَ o---[۲۳]

''پس ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، تو پھر اس کے مددگاروں کا کوئی گروہ نہ تھا جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد کرتا اور نہ ہی وہ خود اپنی مدد کرنے پر قادر ہوا''---

قرآن کریم نے قارون کے زمین میں دھنسائے جانے کا ذکر دوسرے مقام پر اس طرح کیا ہے:

وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ---[۲۴]

''ان میں سے بعض (قارون) کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا''---

مفسرین نے قارون کے انجام کی تفصیل بیان کی ہے۔ صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار لے جانے کے بعد قربان گاہ کی ذمہ داری حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد کی۔ بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس لاتے اور آپ انہیں وہاں رکھتے، آسمان سے آگ اترتی اور انہیں جلا دیتی۔ قارون کو حضرت ہارون علیہ السلام کے اس منصب پر حسد ہوا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ رسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی سرداری حضرت ہارون علیہ السلام کی۔ میرا اس میں کچھ بھی حصہ نہیں، حالانکہ میں توریت کا بہترین قاری ہوں، میں اس پر صبر نہیں کرسکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ منصب حضرت ہارون کو میں نے نہیں دیا، اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔قارون نے کہا کہ میں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا جب تک آپ اس کا ثبوت دکھا نہ دیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے رئیسوں کو جمع کر کے فرمایا کہ اپنی اپنی لاٹھیاں لے آؤ۔تمام لاٹھیاں ایک کمرے میں رکھ دی گئیں اور اس پر پہرے دار بٹھا دیے گئے۔صبح کو حضرت ہارون علیہ السلام کا عصا سرسبز و شاداب ہو گیا اور اس میں سے پتے نکل آئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے قارون! تو نے دیکھ لیا۔قارون کہنے لگا یہ تو کھلا جادو ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے نرمی اور حسنِ سلوک فرماتے لیکن وہ ہر وقت آپ کو ایذا پہنچاتا۔قارون کی سرکشی اور دشمنی روز بروز بڑھتی گئی۔اس نے ایک مکان بنوایا، جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نصب تھے۔بنی اسرائیل صبح و شام اس کے پاس آتے، کھانے کھاتے، محفلیں بپا ہوتیں اور باہم ہنستے ہنساتے۔ جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ سے طے کیا کہ وہ اپنے درہم و دینار اور مویشیوں وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ ادا کرے گا۔گھر جا کر حساب کیا تو یہ مال بھی بہت بنا اور وہ اس پر راضی نہ ہوا۔ اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ تم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی ہر بات میں اطاعت کی، اب وہ تم سے تمہارے مال بھی لینا چاہتا ہے۔انہوں نے کہا کہ تم ہمارے بڑے ہو، جو چاہو حکم دو۔کہنے لگا کہ فلاں بدچلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے معاوضہ طے کرو اور وہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر تہمت لگائے۔اس سے بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیں گے۔چنانچہ قارون نے اس عورت کو ہزار اشرفی کے علاوہ کچھ اور دینے کے وعدے کیے اور اسے تہمت لگانے پر آمادہ کیا۔ دوسرے روز بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔آپ انہیں وعظ و نصیحت فرمائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور کھڑے ہو کر فرمایا:

اے بنی اسرائیل! جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے،

جو بہتان لگائے گا اسے اسّی کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا اس کی اگر بیوی نہیں ہے تو سو کوڑے مارے جائیں گے اور اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے گا، یہاں تک کہ مر جائے---

قارون کہنے لگا، کیا یہ حکم سب کے لیے ہے، خواہ آپ ہی ہوں؟ فرمایا: خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ کہنے لگا کہ بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں عورت سے بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ وہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

اس کی قسم جس نے اسرائیل کے لیے دریا کو پھاڑ کر راستے بنائے، فرعون سے نجات دلائی اور توریت نازل کی، سچ بیان کر---

وہ عورت ڈر گئی اور اسے اللہ کے رسول پر بہتان تراشی کر کے ایذا پہنچانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے، اللہ عزوجل کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اس نے تہمت لگانے کے عوض میرے لیے بہت مال مقرر کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے حضور روتے ہوئے سجدے میں گرے اور عرض کرنے لگے، یا رب! اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی اطاعت میں دے دیا ہے، آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ پس جو قارون کا ساتھی ہو، اس کے ساتھ ٹھہرا رہے، جو میرا ساتھی ہو، وہ اس سے جدا ہو جائے۔ سب لوگ قارون سے الگ ہو گئے اور سوائے دو آدمیوں کے کوئی اس کے ساتھ نہ رہا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے۔ پس وہ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ پھر آپ نے یہی فرمایا تو کمر تک دھنس گئے۔ آپ یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے۔ اب وہ بہت منت سماجت کرتے رہے اور

قارون آپ کو اللہ کی قسمیں اور رشتے داری کا واسطہ دیتا رہا مگر آپ علیہ السلام نے التفات نہ فرمایا۔ یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہوگئی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے۔

بنی اسرائیل نے خیال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کے مکان اور اس کے خزانوں اور مال و دولت پر قبضہ کرنے کے لیے اس کے خلاف دعا کی ہے۔

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا مکان اور اس کے خزانے وغیرہ سب زمین میں دھنسا دیے گئے---[۲۵]

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قارون اور اس کے ساتھی انسانی قد کے برابر زمین میں روزانہ دھنسے چلے جاتے ہیں۔ پھر بھی قیامت تک زمین کے سب سے نچلے حصے تک نہ پہنچ سکیں گے---[۲۶]

قارون پر رشک کرنے والوں کا پچھتاوا

قارون کی دولت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے والوں کی اب آنکھیں کھلیں اور وہ اپنی سوچ پر افسوس کرتے ہوئے کہنے لگے:

''افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گزارے لائق دیتا ہے''---[۲۷]

یعنی دولت مند ہونا یا تنگ دست ہونا اللہ تعالیٰ کے راضی یا ناراض ہونے کی دلیل نہیں۔ کسی کے رزق میں وسعت و کشادگی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور کسی کے ہاں مال کی کمی کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ لازمی طور پر اس سے ناراض ہے۔ بہت سے تنگ دست، اللہ تعالیٰ کے محبوب اور بہت سے کشادہ دست مبغوض ہوتے ہیں۔ قارون کی دولت مندی اور عزت و شہرت کو دیکھ کر جو غلط فہمی بنی اسرائیل کے کئی افراد کو ہوئی، اسی طرح کی غلط فہمی دین کی معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والوں اور دنیا پرستوں کو اکثر ہوا کرتی ہے کہ وہ کسی کی ظاہری شان و شوکت، دنیوی خوش حالی اور عزت و مرتبے کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں مستحق غضب و عذاب ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ، كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ

أَرْزَاقَکُمْ ، وَ إِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُعْطِی الْمَالَ مَنْ أَحَبَّ وَ مَنْ لَّا یُحِبُّ ، وَ لَا یُعْطِی الْإِیْمَانَ إِلَّا مَنْ یُحِبُّ---[۲۸]

’’اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق اسی طرح تقسیم فرمائے ہیں جس طرح تم میں تمہارے رزق تقسیم کیے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ مال اسے بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی جس سے محبت نہیں کرتا، مگر ایمان صرف اسے عطا فرماتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے‘‘---

جو لوگ قارون کی مال داری کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر دل میں کہہ رہے تھے کہ کاش ہم بھی اس کی طرح مال دار ہوتے، اب اس کے برے انجام کو دیکھ کر کہنے لگے:

’’اگر ہم پر اللہ تعالیٰ احسان اور لطف وکرم نہ فرماتا تو وہ ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا۔ افسوس! ہمیں یہ یاد نہ رہا کہ کافر فلاح نہیں پاتے‘‘---[۲۹]

یعنی یہ کہ مال کی قلت یا کثرت، معیارِ فلاح ونجات نہیں، ایمان اور عملِ صالح ذریعۂ نجات ہے، کافروں کی یہ دنیا کتنی ہی حسین اور پرلطف کیوں نہ ہو، حقیقی فلاح وکامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے جو کہ کافروں اور قارون جیسے لوگوں کے حصے میں نہیں آئے گی۔

قصۂ قارون کے بیان کا مقصد

قرآن حکیم میں گزشتہ قوموں یا افراد کی ہلاکت کے جتنے واقعات بیان ہوئے ہیں، ان کا مقصد انسانیت کے لیے عبرت ونصیحت کا سامان فراہم کرنا ہے۔ قصۂ قارون کے بیان کی غرض بھی داستان سرائی اور محض قصہ گوئی نہیں۔ یہ واقعہ ہر اس شخص کے لیے باعث نصیحت ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے خوش حالی اور آسودہ حالی سے نواز رکھا ہے۔ مال دار شخص کو چاہیے کہ وہ مال داری کو اپنی قابلیت ومحنت کا نتیجہ نہ سمجھے۔ نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، غرور وتکبر میں مبتلا نہ ہو، مال کے حوالے سے جو شرعی حقوق لازم ہیں، انہیں ادا کرے، لوگوں پر ظلم وستم کے ذریعے زمین میں فساد نہ پھیلائے اور مال ودولت کے ذریعے اپنی آخرت کو بہتر بنانے کی کوشش میں لگا رہے۔

حوالہ جات

ا...... ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابنِ کثیر)، الجزء السادس،

ص۲۵۳، ناشر: دارِ طیبہ/ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، مؤسسة الرسالة، ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء، ج۱۶، ص۳۱۲، ۳۱۵

۲...... القصص، ۲۸:۷۶ ۳......قرطبی، ج۱۶، ص۳۱۳

۴...... پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، ج۳، ص۵۰۷، ضیاء القرآن، پبلی کیشنز، لاہور محرم الحرام، ۱۳۹۹ھ

۵...... المومن، ۲۳:۲۴ ۶...... الاحقاف، ۲۹:۳۹

۷...... القصص، ۲۸:۷۶ ۸......قرطبی، ج۱۶، ص۳۱۸

۹......قرطبی، ج۱۶، ص۳۱۸ ۱۰......ضیاء القرآن، ج۳، ص۵۰۸

۱۱...... القصص، ۲۸:۷۸ ۱۲......ابن کثیر، الجزء السادس، ص۲۵۴

۱۳...... القصص، ۲۸:۷۶ ۱۴...... یونس، ۱۰:۵۸

۱۵...... القصص، ۲۸:۷۷ ۱۶......قرطبی، ج۱۶، ص۳۱۹

۱۷...... القصص، ۲۸:۷۸ ۱۸...... حٰم السجدة، ۴۱:۵۰

۱۹...... القصص، ۲۸:۷۸ ۲۰...... القصص، ۲۸:۷۹

۲۱......تفسیر المراغی، احمد مصطفیٰ المراغی، الجزء العشرون، ص۹۸، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۶۵ھ، ۱۹۴۶ء ۲۲...... القصص، ۲۸:۸۰

۲۳...... القصص، ۲۸:۸۱ ۲۴...... الاحقاف، ۲۹:۴۰

۲۵......صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی، خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، ص۱۲،۷ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

۲۶......قرطبی، ج۱۶، ص۳۱۴/ ابنِ کثیر، الجزء السادس، ص۲۵۶، ۲۵۷

۲۷...... القصص، ۲۸:۸۲

۲۸......ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الادب المفرد، حدیث ۲۷۵، مکتبة المعارف للنشر و التوزیع، الریاض، ۱۴۱۹ھ

۲۹...... القصص، ۲۸:۸۲

❀❀❀❀❀

تبصرہ کتب

فضائل و اخلاقِ علماء

زیرِ نظر کتاب چوتھی صدی ہجری کے نامور عالم دین اور بلند پایہ محدث امام ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ الآجری (۳۶۰ھ) کی دو کتابوں اخلاق اھل القرآن اور اخلاق العلماء کا رواں دواں اور شستہ ترجمہ ہے، جو اہلِ سنت کے نامور صاحبِ علم و قلم حضرت علامہ ابوذوہیب محمد ظفر علی سیالوی حفظہ اللہ کی محنت کا ثمر ہے۔ ترجمہ کے ساتھ بڑی دقتِ نظری سے تخریج کا کام بھی کیا گیا ہے، جس سے کتاب کی قیمت، اہمیت اور افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ اخلاق اھل القرآن میں تلاوتِ قرآن کی حلاوت، مساجد میں درسِ قرآن کی فضیلت، اہلِ قرآن کے اوصاف، مدرس کے اخلاق، متعلمینِ قرآن کے اخلاق، صحبتِ اہلِ علم کے فوائد اور آدابِ تلاوت وغیرہ موضوعات ہیں، جب کہ دوسری کتاب اخلاق العلماء میں علماء کے مقام و مرتبہ اور اس سلسلے میں احادیث و آثار، علم کی اہمیت، صحبتِ علماء کے آداب، علماءِ سوء کے اوصاف و عادات وغیرہ موضوعات پر عمدہ گفتگو کی گئی ہے، مؤخر الذکر کتاب کا مکمل متن بھی شامل ہے۔ آغاز میں ممتاز عالم و محقق علامہ محمد افضال نقشبندی مجددی کے قلم سے مصنف و مترجم کے مفصل حالات ہیں۔ یہ کتاب طلباء، علماء، خطباء، ائمہ و مدرسین کے لیے بے حد مفید ہے۔ صفحات: ۴۰۰

پتا: اکبر بک سیلرز، زبیدہ سنٹر، اردو بازار، لاہور، فون نمبر: ۰۴۲-۳۷۳۵۲۰۲۲

سنی علماء کی تقریریں

اہلِ سنت کے نامور عالم دین اور ناشرِ کتب حضرت مولانا الحاج محمد جعفر ضیاء القادری حفظہ اللہ ایک محنتی اور اشاعتِ دین اور مسلکی درد رکھنے والے عالم ہیں، وہ اپنے مکتبہ غوثیہ سے کئی مفید کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ''سنی علماء کی تقریریں'' کی ساتویں جلد ہے، جس میں حضرت محدث علی پوری، حضرت ہاشمی میاں، حضرت مدنی میاں، حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی، حضرت پیر سیال، مجاہد ملت عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور ہندوستان کے چند علماء کی تقریریں شامل ہیں۔ کتاب کا انتساب حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ علامہ ضیائی صاحب کی یہ سعیِ جمیل لائقِ صد تحسین ہے۔ صفحات ۴۶۴، پتا: مکتبہ غوثیہ رضویہ، محمود شہید روڈ شاہدرہ، لاہور، فون نمبر: ۰۳۳۳-۴۷۹۱۲۱۹

*****

شمائلِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

مفتی منیب الرحمٰن●

دنیا بھر کے درختوں سے قلم بنا دیے جائیں، سمندروں اور دریاؤں کے پانیوں کو روشنائی میں تبدیل کر دیا جائے اور بنی نوعِ انسان کے ساتھ جنات بھی مل جائیں اور سب مل کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمال کی عظمتوں اور تابانیوں کو احاطۂ تحریر میں لانا چاہیں، تو قلم فنا ہو جائیں، روشنائیاں ختم ہو جائیں اور خود لکھنے والے بھی لکھتے لکھتے راہیٔ ملکِ عدم ہو جائیں، مگر یہ ممکن نہیں کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جمالِ بے مثال اور آپ کی سیرت وصورت کے کمالِ حسن کا حق ادا ہو سکے۔ نہ کسی قلم میں اتنی سکت ہے کہ آپ کے حسن و جمال کا احاطہ کر سکے اور نہ کسی زبان میں یہ فصاحت و بلاغت کہ آپ کے جمال کو بیان کرنے کا حق ادا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہر و باطن کو وہ عظمتیں اور وسعتیں عطا کی ہیں کہ کسی بشر کے لیے ان کی حقیقت تک رسائی ممکن نہیں، جس طرح آپ کا حسنِ سیرت سراپا معجزہ ہے، اسی طرح آپ کا پیکرِ ذات اور حسن و جمال بھی ایک معجزہ ہے۔ حسن کی تمام ادائیں آپ کی ذات میں جمع ہیں اور جہاں کہیں بھی حسن وکمال پایا جاتا ہے، وہ ذاتِ پاک مصطفوی کا فیضان ہے۔ جان محمد قدسی نے کہا ہے:

●……رئیس دارالافتاء، دارالعلوم جامعہ نعیمیہ، کراچی/ صدر تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان

گل از رُخت آموختہ نازک بدنی را — بلبل زِ تو آموختہ شیریں سخنی را

ہرکس کہ لبِ لعل ترا دیدہ بہ دل گفت — حقا کہ چہ خوش کندہ عقیقِ یمنی را

''خوب صورت اور خوشبودار پھولوں نے نزاکت آپ کے رُخِ انور سے سیکھی اور بلبلوں کے نغموں کی مٹھاس آپ کی گفتار کا صدقہ ہے، جس نے بھی آپ کے سرخ ہونٹوں کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھا: خالق نے عقیقِ یمنی کو کتنی خوب صورتی سے تراشا ہے''---

مصطفٰی کریم ﷺ کے حسنِ پاک کا مشاہدہ کرنے والے خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی اس حسن کو آفتاب سے تشبیہ دیتے اور کبھی ماہتاب سے، جب کوئی بھی چیز آپ کے حسن و جمال کے مشابہ نہ ملی، تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ بے اختیار پکار اٹھے:

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ — وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ — کَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَآءُ

''یارسول اللہ! آپ سے زیادہ حسین کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور آپ سے زیادہ جمیل کبھی کسی ماں نے جنا نہیں، خالق نے آپ کو ہر عیب سے پاک کر کے پیدا کیا ہے، ایسا لگتا ہے کہ خالق نے آپ کو ویسا ہی بنایا ہے، جیسا آپ نے چاہا''---

بڑے بڑے عُشّاق نے اس میدان میں اپنی قادر الکلامی اور فصاحت و بلاغت کے جوہر دکھائے ہیں، مگر خامہ فرسائی کے بعد بالآخر سب کو اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑا۔

شمس الدین شیرازی نے تاجدارِ کائنات کے حسن و جمال کو بیان کرنے میں زبان و بیان کی بے مائیگی کا اظہار ان اشعار میں کیا:

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَر — مِنْ وَّجْھِكَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر

لَا یُمْکِنُ الثَّنَآءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ — بعد از خدا بزرگ توئی ، قصہ مختصر

''اے صاحبِ جمال اور اے عالَمِ بشریت کے سردار! آپ کے روشن کرنے والے رُخِ انور سے چاند کو روشنی عطا کی گئی ہے، آپ کی تعریف و توصیف

کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں ہے، مختصراً یہی کہا جا سکتا ہے: اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد مخلوق میں سب سے اعلیٰ و اَولیٰ آپ ہی کی ذات ہے‘‘---

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری　　آں چہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

’’یوسف علیہ السلام کا حسن، عیسیٰ علیہ السلام کی مسیحائی اور موسیٰ علیہ السلام کا یدِ بیضا، الغرض! جو خوبیاں اور کمالات تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں متفرق طور پر تھیں، یارسول اللہ! آپ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام خوبیوں کو بطریقِ کمال جمع فرمادیا‘‘---

اپنی سخن وری اور اندازِ بیان پر نازاں مرزا غالب اس میدان میں آئے تو اُنہوں نے اپنے عجز کا یوں اعتراف کیا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم　　کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

’’غالب خود سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں نے اللہ پر چھوڑ دی، کیونکہ وہی ایک ذاتِ پاک ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کو سب سے بہتر جانتی ہے‘‘---

یعنی کسی کی شان کو بکمال وتمام وہی بیان کر سکتا ہے، جو اُس سے پوری طرح آگاہ ہو۔
غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

جب یہ بات مسلّم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں، تو آپ کے حسنِ صورت، حسنِ سیرت، علمی وعملی اور ہمہ جہتی کمالات میں کسی بھی قسم کے نقص کا تصور وہ کر سکتا ہے، جس کا گمان ہو کہ معاذ اللہ! یا تو عطا کرنے والے میں کوئی کمی ہے یا لینے والے میں قبولیت کی استعداد میں کوئی کمی رہ گئی ہو، لیکن جب عطا کرنے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نعمتوں کی کوئی انتہا نہ ہو اور لینے والے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استعداد بھی درجۂ کمال کی ہو تو نقص کا شائبہ کیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اہلِ علم فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ آپ کے حسن و جمال پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے اپنی کتابوں میں آپ کے باطنی خصائل و خصائص کے ساتھ ساتھ آپ کے ظاہری حسن و جمال کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے، جمالِ مصطفوی کی تابانیوں اور ضوفشانیوں سے منور ہونے والے خوش نصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے محبوب کے رُخِ انور کے حسن و جمال کا والہانہ انداز میں تذکرہ کیا کرتے تھے، اس حوالے سے چند احادیث پیشِ خدمت ہیں:

❶ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ حسن و جمال میں سب سے بڑھ کر تھے اور اپنے اخلاق و کردار میں بھی سب پر فائق تھے'' ---[صحیح بخاری:3549]

❷ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور شمشیر کی مانند تھا؟ فرمایا:

''نہیں! بلکہ چاند کی طرح حسین و جمیل تھا'' ---[صحیح بخاری:3552]

شمشیر کی تشبیہ میں گولائی مفقود ہے، اس لیے اُنہوں نے چاند سے تشبیہ دی، کہ چاند میں چمک دمک بھی ہے اور گولائی بھی۔

❸ حضرت جابر بن سَمُرَہ رضی اللہ عنہ سے یہی سوال ہوا، تو فرمایا:

''نہیں! بلکہ آپ کا رُخِ انور سورج اور چاند کی طرح روشن، چمک دار اور گولائی لیے ہوئے تھا'' ---[صحیح مسلم:2344]

❹ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے نبی ﷺ سے بڑھ حسین و جمیل کسی اور کو نہیں پایا، یوں معلوم ہوتا کہ آپ کے رُخِ انور میں سورج رواں دواں ہو'' ---[سنن ترمذی:3648]

❺ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ چاندنی رات میں مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا موقع ملا، آپ ﷺ نے ایک سرخ پوشاک زیب تن کر رکھی تھی، میں کبھی آپ ﷺ کے

رُخِ انور پر نظر ڈالتا اور کبھی چاند کی طرف دیکھتا، کافی دیر یہی سلسلہ جاری رہا اور بار بار تجزیے کے بعد بالآخر اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ ﷺ چودھویں کے چاند سے زیادہ دل رُبا اور حسین و جمیل ہیں'' ---[سنن ترمذی: 2811]

علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''چاند کا نور سورج کے نور سے مستعار ہے، اس لیے اس میں کمی، زیادتی ہوتی رہتی ہے، حتی کہ کبھی تو بالکل بے نور ہو جاتا ہے، جب کہ حضورِ انور ﷺ کے رُخِ مبارک کا نور دن رات میں کسی وقت جدا نہیں ہوتا، کیونکہ چاند کے برعکس یہ آپ کا ذاتی وصف ہے'' ---[جمع الوسائل: ج1، ص56]

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

برقِ انگشتِ نبی چمکی تھی اُس پر ایک بار
آج تک ہے، سینۂ مَہ میں نشانِ سوختہ

''شق القمر کے معجزے کے موقع پر ایک بار رسول اللہ ﷺ کی انگشتِ مبارک چاند کی جانب اٹھی تھی، آج تک چاند کے سینے میں اس کا نشان موجود ہے'' ---

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس شعر میں نبی کریم ﷺ کے رُخِ زیبا کے بجائے آپ کی انگشتِ مبارک کی رعنائی کو بھی چاند پر فوقیت دی ہے کہ جب چاند آپ کی انگشت کی تجلیات کے سامنے مغلوب ہو گیا تو چہرے کے حسن کا مقابلہ کیا کر سکتا ہے۔

ایک اور موقع پر آپ نے کہا:

رخِ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
رہ گیا بوسہ دِہ نقشِ کفِ پا ہو کر

''چاند نے جب آپ ﷺ کے رُخِ انور کی تجلی دیکھی تو گویا پاؤں کے تلوے کی طرح پیکرِ عجز بن کر اُسے بوسا دیا'' ---

6. حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب نبی ﷺ کسی بات پر خوش ہوتے تو آپ کے چہرۂ انور سے نور کی

شعاعیں پھوٹتی دکھائی دیتی تھیں، یوں معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہو''---[صحیح بخاری:3556]

❼ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے حضرت ربیع بنت مُعوّذ رضی اللہ عنہا سے عرض کی، مجھے نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارکہ بتائیں، اُنہوں نے فرمایا:

''میرے بیٹے! اگر تو ان کی زیارت کرتا تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا: گویا طلوع ہوتے آفتاب کی زیارت کر رہا ہوں''---[سنن دارمی:61]

❽ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی، مجھے نبی ﷺ کا حلیہ مبارکہ بتائیں، فرمایا:

''نبی ﷺ لوگوں کی نگاہوں میں بہت عظیم الشان دکھائی دیتے تھے اور آپ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا''---

[شمائل ترمذی، ج:1، ص:22]

❾ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ سب سے بڑھ کر حسین اور خوش منظر تھے، جو بھی آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھتا تو آپ کی توصیف و ثنا کرتا اور آپ کے چہرے کو چودھویں کے چاند کے ساتھ تشبیہ دیتا تھا اور آپ ﷺ کے رخِ انور پر پسینے کے قطرے یوں محسوس ہوتے تھے جیسے موتی ہوں''---

[دلائل النبوۃ للبیہقی: ج1، ص300]

❿ ابواسحٰق ہمدانی کہتے ہیں، حج کے موقع پر میری ایک صحابیہ سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا، مجھے نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتائیں، اُنہوں نے کہا:

''آپ چودھویں کے چاند کی طرح حسین و جمیل تھے، میری نگاہوں نے ایسا حسین انسان نہ تو آپ سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ آپ کے بعد''---

[دلائل النبوۃ للبیہقی: ج1، ص199]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ کے مرضِ وِصال میں ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک نبی کریم ﷺ نے اپنے حجرۂ مبارکہ کا پردہ اُٹھایا اور ہماری طرف دیکھا، ہمیں محسوس ہوا گویا کہ آپ کا چہرۂ انور قرآن مجید کا ورق ہے''---[صحیح بخاری:680]

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''(جس طرح قرآنِ کریم کلامِ الٰہی ہونے کی وجہ سے دیگر کلاموں پر فوقیت رکھتا ہے، اِسی طرح) نبی ﷺ بھی اپنے حسن و جمال، چہرۂ انور کی نظافت و پاکیزگی اور تابانی میں یکتا و تنہا ہیں''---

[شرح النووی علی مسلم، ج:4،ص:142]

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ آئینہ کی مانند اس قدر شفاف اور روشن ہو جاتا کہ دیواروں کا عکس آپ کے چہرۂ انور میں صاف نظر آتا تھا''---[النھایۃ، ج:4،ص:238]

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ، کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں، نہ دکانِ آئینہ ساز میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کا چہرۂ انور اللہ عزوجل کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں''---

[مدارج النبوۃ، ج:1،ص:5]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے مجھے دیکھا، اُس نے حق کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت کو اختیار نہیں کرسکتا''---[صحیح بخاری:2568]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کے فرمان کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا تو اُس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا، اس لیے کہ ابلیس لعین میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جس نے مجھے دیکھا، اس نے اللہ رب العزت کو دیکھا''---

[شمائم امدادیہ، ص49، 50]

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''میرے والدِ ماجد شاہ عبدالرحیم خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو عرض کی، یا رسول اللہ! یوسف علیہ السلام کے حسن سے حیرت زدہ ہو کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور بعض لوگ تو اُنہیں دیکھ مر گئے تھے، مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوئی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے حقیقی حسن و جمال کو اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے، اگر میرا حقیقی حسن و جمال ظاہر کر دیا جاتا تو لوگ اس سے کہیں زیادہ کر گزرتے جو اُنہوں نے حسنِ یوسف کو دیکھ کر کیا تھا''---

[اَلدُّرُّ الثَّمِیْن فِیْ مُبَشَّرَاتِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن، ص:7]

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے تقابل کرتے ہوئے فرمایا:

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

''حسنِ یوسف سے حیرت زدہ ہو کر مصر کی عورتوں نے بے اختیار اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں، جب کہ محض آپ کے نام پر عرب کے نامی گرامی اشخاص اپنی جان قربان کرتے رہے ہیں''---

مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں، کون تماشائی ہو

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کو وہ رخِ زیبا عطا فرمایا تھا کہ جو بھی صاحبِ بصیرت اور سلیم الطبع انسان آپ کے چہرۂ انور کی طرف نگاہ ڈالتا، وہ بے ساختہ پکار اُٹھتا:

''یہ مبارک اور دل رُبا چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہوسکتا''---

آپ کے رُخِ مبارک کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت و رسالت کی صداقت کی دلیل و برہان بنایا تھا:

❶ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بڑے عالم تھے، انھیں تورات پر عبور حاصل تھا، وہ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

''جب رسولِ کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا، میری نگاہ جونہی آپ کے چہرۂ انور پر پڑی، میں نے جان لیا کہ ایسا دل کش و دل ربا چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہوسکتا''---[ترمذی:2485]

❷ حضرت حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں منٰی یا عرفات کے مقام پر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں لوگوں کو آپ کی زیارت کے لیے جوق در جوق آتے ہوئے دیکھ رہا تھا، میں نے مشاہدہ کیا کہ بدّو جب آپ ﷺ کے رُخِ انور کی زیارت کرتے تو بے ساختہ پُکار اُٹھتے کہ یہ بڑا ہی مبارک چہرہ ہے''---[ابوداؤد:1742]

❸ حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہمارے قافلے نے مدینہ طیبہ کے قریب پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے قافلے میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے، اُس وقت تک ہم آپ کو جانتے نہ تھے، آپ کو ہمارا ایک سرخ اُونٹ پسند آ گیا، آپ نے پوچھا: یہ اُونٹ فروخت کرو گے، ہم نے عرض کی: جی ہاں! فرمایا: کتنے میں، ہم نے اس کی قیمت بتائی، آپ نے رضامندی ظاہر کی، قیمت بھجوانے کا وعدہ کیا اور اُونٹ لے کر چلے گئے، جب آپ چلے گئے تو ہمیں فکر دامن گیر ہوئی کہ ہم نے ایک ایسے شخص کو اپنا اُونٹ رقم لیے بغیر حوالے کر دیا ہے جس کا ہم نام پتا نہیں جانتے،

محض وعدے کی بنیاد پر اُسے اُونٹ سپرد کردیا۔ ہمارے قافلے میں ایک خاتون تھی، اُس نے ہمیں دیکھ کر کہا: تم ایک دوسرے کو ملامت نہ کرو، بے شک میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا ہے، میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ ہرگز تمہیں رسوا نہیں کرے گا، میں نے اس شخص کے چہرے سے بڑھ کر کسی چیز کو چودھویں کے چاند سے مشابہہ نہیں دیکھا، چنانچہ جب شام کا وقت ہوا تو ایک شخص اپنے ساتھ کھجوریں لایا اور کہا: میں نبی ﷺ کا نمائندہ ہوں، آپ نے یہ کھجوریں تمہارے لیے بھیجی ہیں، پہلے تم ان میں سے پیٹ بھر کھجوریں کھاؤ اور پھر جو قیمت میرے ذمے بنتی ہے، وہ وصول کرلو''---[المستدرک:4219]

نبی کریم ﷺ کے اِسی دلکش و دلربا چہرے اور آپ کی گیسوئے عنبریں کی اللہ تعالیٰ نے استعاراتی انداز میں قسمیں اُٹھائیں ہیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جب اس کی تاریکی چھا جائے''---

[الضحیٰ:1،2]

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ان آیات کی تفسیر کے تحت ایک سوال قائم کرتے ہیں:

''کیا کسی مفسر نے ''ضحی'' کی تفسیر نبی کریم ﷺ کے رخِ انور اور ''لیل'' کی تفسیر آپ کے زلفوں کے ساتھ کی ہے، پھر خود ہی جواب دیتے ہیں: ہاں! یہ تفسیر کی گئی ہے اور اس میں کوئی بُعد نہیں اور بعض مفسرین نے اس میں اضافہ فرمایا ہے کہ ''وَالضُّحٰی'' سے نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت کے مرد حضرات اور ''وَاللَّیْلِ'' سے اہلِ بیت کی خواتین مراد ہیں''---[تفسیر کبیر: ج31،ص:192]

علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں، ''اس سورت کا نزول جس مقصد کے لیے ہوا ہے اس کا تقاضا ہے:

''یہ کہا جائے کہ ''ضُحٰی'' میں آپ ﷺ کے رخِ انور اور ''لَیل'' میں آپ کی گیسوئے عنبریں کی طرف اشارہ ہے''---[شرح الشفاء: ج:1،ص:90]

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہے کلامِ الٰہی میں شمس و ضحیٰ، ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شبِ تار میں راز یہ تھا، کہ حبیب کی زلفِ دوتا کی قسم

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ النور:35 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اس آیت میں ''مِشْکوٰۃ'' سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ، ''الزُّجَاجَۃ'' سے آپ کا قلب اور ''مِصْبَاح'' سے دین کے اُصول وفروع کی وہ معرفت مراد ہے جو آپ کے دل میں ہے، ''شجرۂ مبارکہ'' سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں، کیوں کہ آپ ان کی اولاد میں سے ہیں اور ان کی ملت کے اتباع کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت میں فرمایا:

''نہ وہ شرقی ہیں اور نہ غربی ہیں'' کیونکہ آپ نہ نصاریٰ کی طرح عبادت میں مشرق کی طرف رخ کرتے تھے اور نہ یہود کی طرح مغرب کی طرف، بلکہ آپ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چراغ کے تیل کی صفت میں فرمایا: وہ عنقریب بھڑک اُٹھے گا، روشن ہو جائے گا، خواہ اس کو آگ نے نہ چھوا ہو''---

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اس تیل سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے اور آپ اپنے صفاءِ جوہر اور اپنی مقدس ذات میں اس قدر کامل تھے کہ اگر آپ پر وحی نازل نہ بھی ہوتی، تو آپ میں یہی کمالات ہوتے، آپ اِسی طرح نیکی کی ہدایت دیتے، آپ کی یہی پاکیزہ صفات ہوتیں، آپ پر قرآن نہ بھی نازل ہوتا تب بھی آپ کی نبوت لوگوں پر آشکار ہو جاتی، آپ پر قرآن مجید کا نازل ہونا ''نور علیٰ نور'' ہے''---

[تفسیر کبیر: ج:8، ص:390]

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زُجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے، سورہ نور کا

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، بتائیے! سب سے

پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا ہے، پھر وہ نور قدرتِ الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا، اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ بہشت تھا، نہ دوزخ، نہ فرشتے، نہ آسمان و زمین، نہ سورج و چاند، نہ جنات تھے اور نہ انسان، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے: ایک حصے سے قلم پیدا کیا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، چوتھے حصے کی مزید تفصیلات درج ہیں''---

[المواهب اللدنية بالمنح المحمدية: ج1، ص:48]

امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر فتاویٰ رضویہ: ج30، ص182 میں تحقیق کی ہے، شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

نبی خود نور اور قرآں ملا نور — نہ ہو کیوں مل کے پھر، نورٌ علیٰ نور

''اس حدیث سے نورِ محمدی کا أَوَّلُ الْخَلْق ہونا باولیتِ حقیقیہ ثابت ہوا، کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے، ان اشیاء کا نورِ محمدی سے متاخر ہونا اس سے حدیث سے منصوص ہے''---

[نشر الطیب بذکر النبی الحبیب ﷺ: ص:8،9]

تیری آمد تھی کہ اصنامِ حرم ٹوٹ گئے
اور ترے رعب سے شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے

محبوبِ سبحانی، غوث صمدانی

پروفیسر حافظ منظور حسین نوری

یہ نورانی اور روحانی بلکہ وجدانی، عرفانی اور ایمانی تذکرہ اس ذاتِ والا صفات کا ہے جنہیں غوثِ صمدانی، محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، شہبازِ لامکانی اور عبدالقادر جیلانی کہا جاتا ہے، جو ولایت کی معراج ہیں، اولیاء کے سرتاج ہیں، قطب العالم ہیں، سلطان الوجود ہیں، جنہیں قلبِ شریعت، جانِ حقیقت اور روحِ معرفت کہیے تو بجا ہے۔ جو امام الصدیقین ہیں، حجۃ العارفین ہیں، وارث کتاب اللہ اور نائب رسول اللہ ہیں۔

تمام اولیاء کی جبین آپ کے آستانِ غوثیت پر خمیدہ، تمام اصفیاء کی گردن آپ کے درِ دولت پر جھکی ہوئی اور تمام صلحاء کے سر آپ کی دہلیزِ عظمت پر نگوں ہیں۔

خود ارشاد فرماتے ہیں اور تحدیثِ نعمت کرتے ہیں:

قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ لِّلّٰہِ---

''میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے''---

یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر اولیاء کاملین نے آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے سالارِ اعظم سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں:

یا غوثِ معظم نورِ ہدیٰ ، مختارِ نبی ، مختارِ خدا
سلطانِ دو عالم ،قطبِ علیٰ ، حیران زِ جلالت ارض و سما

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :

اوست در جملہ اولیاء ممتاز
چوں پیمبر در انبیاء ممتاز

طریقہ نقشبندیہ کے بانی مبانی حضرت خواجہ خواجگان بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر اب بھی سرکارِ بغداد رضی اللہ عنہ کے روضۂ اقدس پر لکھا ہوا ہے:

بادشاہِ ہر دو عالم شاہ عبد القادر است
سرورِ اولادِ آدم شاہ عبد القادر است

خاندانِ سہروردیہ کے نیّرِ اعظم حضرت خواجہ بہاءالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

سگِ درگاہِ میراں شو ، چو خواہی قربِ ربانی
کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہ جیلانی

مہرِ منیر میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اس شعر میں شیراں کی بجائے پیراں کہا کرتے تھے:

سگِ درگاہِ میراں شو ، چو خواہی قربِ ربانی
کہ بر پیراں شرف دارد سگِ درگاہ جیلانی

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ عرض پرداز ہیں:

غوثِ اعظم درمیانِ اولیاء
چوں پیمبر درمیانِ انبیاء

یعنی:

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رسولوں میں ہے جیسے مرتبہ اعلیٰ
ہے افضل اولیاء میں یوں ہی رتبہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا

غرض! آپ کی جلالتِ شان کے تمام مداح اور آپ کے فیضانِ کرم کے سب گواہ ہیں۔ آپ کا مرید و معتقد، مرحوم و مغفور ہے اور آپ کا منکر خائب و خاسر:

منکرِ خیر الوریٰ ﷺ اور منکرِ غوث الوریٰ رضی اللہ عنہ
دونوں پائیں گے سزا، تقصیر ہے دونوں کی ایک

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مقبولیتِ تامہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کون آشنا نہیں؟ آپ کی مقبولیت عرب وعجم میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ فرشیوں کے بھی محبوب ہیں، عرشیوں کے بھی محبوب ہیں۔ قصیدہ غوثیہ میں اس انعام خداوندی کا ذکر اس انداز میں فرماتے ہیں:

طُبُوْلِیْ فِی السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ دُقَّتْ
وَ شَاءُوْسُ السَّعَادَۃِ قَدْ بَدَالِیْ

''میرے نقارے آسمان وزمین میں بج رہے ہیں اور سعادت کے نقیب میرے لیے ظاہر ہوئے''---

اور نقارے کیوں نہ بجیں، خود خداوند کائنات ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاo---[مریم ،۹۶:۱۹]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے، عنقریب رحمان لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت بھر دے گا''---

یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مقبولیتِ تامہ عطا فرمائے گا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے:

اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ---

''میں فلاں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اسے دوست رکھ''---

پھر سید الملائکہ حضرت جبریل امین علیہ السلام آسمان کی مخلوق میں ندا فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْہُ---

''بے شک اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم سب اس سے محبت کرو''---

حدیث شریف کے الفاظ ہیں:

ثُمَّ یُوضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ---[کتاب البر والصلة، رقم: ۱۵۷]

''پھر روئے زمین پر اسے مقبولیت عطا کر دی جاتی ہے اور سب اہلِ جہاں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے''---

سیدی وسندی، آقائی مولائی جنابِ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اللہ کریم کے ایسے مقبول بندوں کے سرتاج ہیں جن کی عظمت کا سکہ ہر جگہ رواں ہے:

بِلَادُ اللّٰہِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ
وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ

سلسلۂ نسب کے لحاظ سے آپ حسنی و حسینی سید تھے، والد گرامی کی طرف سے امام حسن اور والدہ محترمہ کی جانب سے امام حسین رضی اللہ عنہما سے سلسلہ نسب ملتا تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

نبوی مینہ ، علوی فصل ، بتولی گلشن حسنی پھول ، حسینی ہے مہکنا تیرا
نبوی ظل ، علوی برج ، بتولی منزل حسنی چاند ، حسینی ہے اُجالا تیرا

آپ ۴۷۰ ہجری میں پیدا ہوئے، کل ۹۱ برس عمر پائی اور ۵۶۱ ہجری میں وصال فرمایا۔ عشق کے اعداد وشمار کی رو سے ۴۷۰ ہیں اور کمال کے اعداد ۹۱ ہیں، گویا آپ کا سالِ ولادت ''ظہورِ عشق'' کا سال تھا اور ۹۱ سال تک عشق کمال دکھاتا رہا۔ ۵۶۱ ہجری میں عشق وکمال، آغوشِ وصالِ جمالِ ذوالجلال میں جا پہنچا۔ آپ کے والدین کریمین رحمۃ اللہ علیہما نہایت پرہیزگار، متقی اور صاحبِ زہد وورع تھے۔

آپ کے خاندان میں بہت بڑے بڑے صاحبِ کرامات بزرگ ہوئے، آپ کی پھوپھی محترمہ حضرت عائشہ رحمۃ اللہ علیہا اس درجہ کی بزرگ تھیں کہ ایک مرتبہ گیلان شہر میں سخت قحط پڑ گیا، لوگ دعائیں کرتے مگر بارش نہ ہوتی، آخر سب مل کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دعا کی التجا کی۔ آپ اٹھیں، صحن میں جھاڑو دیا، پھر کہا:

''مولا کریم! تیری کنیز نے جھاڑو دے دیا ہے، چھڑکاؤ خود فرما دے''---

چنانچہ فوراً موسلا دھار پانی برسنا شروع ہو گیا۔

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ مادر زاد ولی تھے، رمضان المبارک میں دن کو ماں کا دودھ نہ پیتے، اگر چاند کے ہونے یا نہ ہونے کا اشتباہ پیدا ہوتا تو لوگ معلوم کرتے کہ آپ نے دن میں دودھ پیا ہے یا نہیں۔ قلائد الجواہر شریف میں لکھا ہے کہ جب آپ مکتب جاتے، فرشتے اردگرد چلتے، مجلس میں بیٹھنا چاہتے تو آوازیں آتیں:

اِفْسَحُوْا لِوَلِیِّ اللّٰہِ حَتّٰی یَجْلِسَ ---

''ولی اللہ کے بیٹھنے کے لیے فراخی کردو'' ---

تاہم مادر زاد ولایت کے باوجود آپ نے علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل بھی باقاعدہ فرمائی اور ریاضت و مجاہدات کی تو انتہا کر دی۔ خود فرماتے ہیں کہ میں نے پچیس سال تک دنیا سے قطع تعلق کر کے عراق کے جنگلوں اور صحراؤں میں مجاہدہ کیا۔ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی، پندرہ سال تک ہر شب ختم قرآن حکیم کیا، بسا اوقات چالیس چالیس روز تک کچھ نہ کھایا۔ گیارہ سال تک برج عجمی میں اللہ کی عبادت کی۔

یہ باتیں بظاہر ناممکن معلوم ہوتی ہیں مگر ان کے لیے جو عقلِ طاغوتی سے سوچتے ہیں، جو عشقِ لاہوتی سے دیکھتے ہیں، انہیں قرآنِ کریم سے اس کا جواب مل جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے:

وَ لَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا --- [الکھف، ۱۸: ۲۵]

اصحابِ کہف رحمۃ اللہ علیہم اپنے غار میں ۳۰۹ رسال تک ٹھہرے، اب بتایئے کہ ۳۰۹ سال تک اسرائیلی ولی سوتے رہے، نہ کچھ کھایا، نہ پیا اور زندہ رہے، کروٹیں تک لیتے رہے، اگر اسرائیلی ولی میں اللہ کے کرم سے ایسی طاقت پیدا ہوسکتی ہے تو محمدی ولی میں کیوں نہیں ہوسکتی۔

آخر طویل ریاضت و مجاہدات کے بعد بحکم خداوندی آپ بغداد میں مخلوقِ خدا کی اصلاح وارشاد پر مامور ہوئے۔ آپ کی مجالسِ وعظ علم و عرفان کا سمندر ہوتیں، آپ کا دربار دربارِ مرجعِ خلائق ہوتا، جس میں دین و دنیا کی نعمتیں بٹتیں:

دربارِ شہنشہی سے خوش تر
مردانِ خدا کا آستانہ

شاعرِ مشرق رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

نہ تخت وتاج میں، نَے مسند وکلاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

سبحان اللہ! یہ سیدِ اولیاء کا دربار ہے--- ماشاء اللہ یہ نائبِ رسول کا آستانہ ہے--- اللہ اللہ یہ اس کا تختِ شہانہ ہے جس کے زیرِ قدم اولیاء کی گردنیں ہیں--- جس کے قبضہ میں تصرفات کی لگامیں ہیں--- جس کی مٹھی میں دوجہان کی نعمتیں ہیں--- جس کے ہاتھ میں دوعالم کے خزانوں کی کنجیاں ہیں--- شمس وقمر، ماہ وسال جس کے سلامی ہیں--- جن وانس جس کی غلامی میں ہیں--- اللہ اللہ کیا دربار ہے؟--- کیسا گہربار ہے؟--- کیا شان ہے؟--- کیا فیض ہے؟--- کیا کشش ہے؟--- کیا سماں ہے؟--- کیا دل ربائی ہے؟--- کیا دل نوازی ہے؟--- رحمت کی بارش ہے--- نور کی شعائیں ہیں--- غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے جلوے جلوہ گر ہیں--- رجال الغیب حاضر ہیں--- جن افتادہ، فرشتے ایستادہ، انسان دل دادہ--- ظاہری اور باطنی خیرات لٹ رہی ہے۔ اچانک دریائے رحمت جوش میں آتا ہے، فرماتے ہیں:

''تم میں سے جو شخص کچھ مانگنا چاہے، مانگ لے، عطا کیا جائے گا''---

قاسم الخیرات جو ہوئے، مختارِ کل کے نائب جو ٹھہرے--- اہلِ محفل نے نوید پائی، فوراً جھولی پھیلائی---

شیخ ابوسعید حریمی بولے: ''ترکِ تدبیر واختیار چاہتا ہوں''---
شیخ محمد بن قائد بولے: ''مجاہدہ پر قوت چاہیے''---
شیخ ابوالقاسم عمر بزاز نے کہا: ''خوفِ خدا عطا ہو''---
شیخ ابومحمد حسن فارسی نے کہا: ''مجھے صاحبِ حال بنادیں''---
شیخ جمیل نے عرض کیا: ''حفظِ وقت کی ضرورت ہے''---
شیخ عمر غزال نے کہا: ''مجھے علم کی ضرورت ہے''---
شیخ خلیل صرصری پکارے: ''مقام قطبیت کی تلاش ہے''---
شیخ ابوالبرکات ہما پکارے: ''بے خودی درکار ہے''---

شیخ ابوالفتوح بن ہبۃ اللہ نے استدعا کی: ''دیوانِ ایوان خلافت بنا دیجیے''---
شیخ ابوالقاسم بن صاحب نے التجا کی: ''حاجب بابِ عزیز بنا دیجیے''---

اور پھر محفل میں سناٹا چھا گیا، سبھی جنبشِ لب کے منتظر ہو گئے--- آپ رضی اللہ عنہ نے سب کی آرزو سنی اور یہ آیت پڑھی:

کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَ ھٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ ؕ وَ مَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا○---[بنی اسرائیل، ۱۷:۲۰]

''ہم سب کو مدد دیتے ہیں، ان کو بھی اور ان کو بھی، تیرے پروردگار کی عطا سے اور تیرے رب کی بخشش پر کوئی رکاوٹ نہیں''---

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! ان لوگوں کو وہ تمام نعمتیں مل گئیں جنہوں نے طلب کیں اور میں نے ہر ایک کو اس مقام پر دیکھا جس کی اس نے تمنا کی۔[بھجۃ الاسرار]

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درست فرمایا:

تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا
تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے پیاسا تیرا

اور پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ابوالبرکات ہما رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے بے خودی مانگی تھی، اس عالم بے خودی میں رہتے کہ کسی سے بات نہ کر پاتے اور سننے والوں نے محمد بن قائد کو جنہوں نے قوتِ مجاہدہ طلب کی تھی، یہ کہتے سنا کہ میں نے مجاہدہ سے بھوک کو بھوکا کر دیا، پیاس کو پیاسا، نیند کو سلا دیا ہے اور بیداری کی حالت میں بیداری کو بیدار کر دیا ہے، ڈر کو ڈرا دیا ہے، مصائب پر مصیبت ڈال دی ہے--- یہی حالت دوسرے سائلوں کی تھی--- تو آیئے مل کر پڑھیں:

ترا ذرّہ مہرِ کامل ہے یا غوث — ترا قطرہ یم سائل ہے یا غوث
کوئی سالک ہے یا واصل ہے یا غوث — وہ کچھ بھی ہو، ترا سائل ہے یا غوث
احد سے احمد اور احمد سے تجھ کو — کُن اور سب کُن مکن حاصل ہے یا غوث
کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا — رضاؔ تجھ سے تیرا سائل ہے یا غوث

جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بے شمار ہیں، اسی طرح آپ کی کرامات بے شمار ہیں،

جملہ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ذات سے کرامات کا ظہور ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی مانند پے در پے ہوتا تھا، دراصل آپ قربِ خداوندی کے اس مقام رفیع پر فائز تھے، جہاں بندے کا فعل خدا کا فعل بن جاتا ہے، جس کی حدیث پاک نے یوں ترجمانی کی ہے:

کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ، وَ بَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ، وَ یَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا، وَ رِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا---[صحیح بخاری، باب التواضع، رقم: ۶۱۳۷]

''میں اپنے بندۂ خاص کے کان بن جاتا ہوں، جن سے سنتا ہے اور آنکھ، جس سے دیکھتا ہے اور ہاتھ، جس سے پکڑتا ہے اور پاؤں، جن سے چلتا ہے''---

بِیْ یَسْمَعُ بِیْ یُبْصِرُ بِیْ یَبْطِشُ بِیْ یَمْشِیْ
سرّ ے است بسے غامض تَدْرِیْہِ وَ لَا تُفْشِیْ

چند کرامات تو حدِ تواتر تک پہنچ چکی ہیں، سنیے اور سر دھنیے، ان سب کے مستند حوالہ جات موجود ہیں، بہجۃ الاسرار شریف میں ہے:

ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں طغیانی آ گئی، اہلِ شہر ہراساں ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوئے اور فریاد کی۔ آپ عصا لے کر دریا کی طرف چل پڑے، کنارے پر پہنچ کر عصا پانی کی اصل حد پر گاڑ دیا اور فرمایا:

اِلٰی ھٰھُنَا--- ''بس یہاں تک''---

پانی فوراً گھٹنے لگا اور عصا تک آ گیا، بلکہ اس کے بعد آج تک دریائے دجلہ میں طغیانی نہیں آئی۔ معلوم ہوا اللہ والوں کی حکومت دریاؤں پر جاری و ساری ہے، ایک ہم ہیں کہ گھر کا پرنالہ بھی قابو میں نہیں آتا۔

ایک دفعہ آپ وعظ فرما رہے تھے کہ بارش ہونے لگی، بادل کی طرف دیکھ کر فرمایا:

اَنَا اَجْمَعُ وَ اَنْتَ تُفَرِّقُ---

''میں لوگوں کو جمع کر رہا ہوں تو منتشر کر رہا ہے''---

بادل فوراً پھٹ گیا، جلسہ گاہ خشک رہی، اردگرد بارش ہوتی رہی۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی اللہ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے، جو کہتا ہے اللہ جل شانہ کے سامنے سب ذلیل ہیں، وہ جھوٹا اور ذلیل ہے، قرآنِ کریم سے بے خبر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ٥---

[المنٰفقون، ۶۳:۸]

''اور عزت اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور ایمان داروں کے لیے ہی ہے، لیکن منافق جاہل ہیں''---

ایک بار دورانِ وعظ چیل اوپر آ کر منڈلانے لگی اور چیخنے لگی۔ آپ نے ناراضگی سے اوپر دیکھا اور پھر:

غضب سے ان کے خدا بچائے، جلالِ باری عتاب میں ہے
؎ نظر کی جولانیاں نہ پوچھو، نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اٹھے تو بجلی پناہ مانگے، گرے تو خانہ خراب کر دے

فرمایا:

یَا رِیْحُ خُذِیْ رَأْسَ هٰذِهِ الْحُدَاةِ---

''اے ہوا! اس چیل کا سر پکڑ لے''---

یہ کہنا تھا کہ چیل دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گری، وعظ سے فارغ ہوئے تو اس کے قریب گئے اور سر اور دھڑ کو ملا کر کہا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُوْمِیْ بِاِذْنِ اللّٰهِ---

چیل زندہ ہو کر ہوا میں اڑ گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی نگاہ سے سب حجاب اٹھا دیے تھے اور زمین و آسمان، عرش و فرش، لوحِ محفوظ بلکہ کائنات کا ہر گوشہ آپ کی نظر میں رہتا تھا۔ فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ اتِّصَالٖ

''میں اللہ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح ہتھیلی پر رائی کا دانہ''---

ایک مرتبہ حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لَوْ لَا لِجَامُ الشَّرِیْعَةِ عَلٰی لِسَانِیْ لَاَخْبَرْتُكُمْ بِمَا تَأْكُلُوْنَ وَ مَا

تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اَنْتُمْ بَیْنَ یَدَیَّ کَالْقَوَارِیْرِ یُرٰی مَا فِیْ بَوَاطِنِکُمْ وَ ظَوَاھِرِکُمْ---

’’اگر میری زبان پر شریعت کی طرف سے رکاوٹ نہ ہوتو میں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جمع کرتے ہو سب کی خبر دے دوں، تم سب میرے سامنے کانچ کی بوتلوں کی مانند ہو، جن کا باطن بھی نظر آتا ہے اور ظاہر بھی‘‘---

سبحان اللہ! جن حضرات کے یہ علوم ہیں، ان کے علم پر وہ ملاطعن کرتا ہے جو عینک لگا کر بھی بوتل کا لیبل مشکل سے پڑھ سکتا ہے۔

علم کی بات سن چکے، اب ذرا رسائی دیکھیے، بلکہ حاجت روائی دیکھیے اور مشکل کشائی دیکھیے، فرمایا:

لَوْ اِنْکَشَفَتْ عَوْرَۃُ مُرِیْدِیْ بِالْمَشْرِقِ وَ اَنَا بِالْمَغْرِبِ لَسَتَرْتُھَا---

’’اگر میرے مرید کا ستر مشرق میں ننگا ہو جائے اور میں مغرب میں ہوں، تو اس کو ڈھانپ سکتا ہوں‘‘---

کیوں نہیں! آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی ولی تختِ بلقیس سیکڑوں میل دور سے چشم زدن میں جا کر لا سکتے ہیں تو سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی ولی، مرید کے ستر کو آ کر کیوں نہیں ڈھانپ سکتے۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کَشَفْتُ عَنْہُ---

’’جو پریشانی میں مجھ سے فریاد کرے، میں اس کی پریشانی دور کرتا ہوں‘‘---

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا:

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند زِ راہ

اور حکیم الامت شاعر مشرق علامہ اقبال نے ترجمہ فرمایا:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اور تجربہ شاہد ہے کہ آج تک جس نے حسنِ نیت اور اعتقادِ راسخ سے آپ کو پکارا، مشکل حل ہوگئی۔ شیخ حماد کے مرید تاجر ابوالمظفر نے تجارتی سفر میں فائدے اٹھائے، کسی نے اپنے گم شدہ اونٹ پائے، کوئی زیارت کے باعث گناہوں کی بخشش پائے، کوئی صرف آپ کے مدرسے کی زیارت سے بخشا جائے۔ اس میں شک کی جا نہیں:

وَ مَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍo---[ابرٰھیم ۱۴: ۲۰]

اور ایسا کرم فرمانا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں---

فرماتے ہیں:

''مجھے اپنے رب کے عزت وجلال کی قسم! میرا ہاتھ اپنے ارادت مندوں پر یوں ہے جیسے آسمان زمین پر سایہ کناں ہے''---

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ گویا ہیں:

بہجت اس سِرّ کی ہے جو بہجتِ اسرار میں ہے
کہ فلک وار مریدوں پہ ہے سایہ تیرا

خداوند قدوس ہم گناہ گاروں پر غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا سایہ قائم رکھے، اس دنیا میں بھی اور روزِ حشر بھی، جب سورج سوا نیزے پر ہوگا۔

❋❋❋❋❋

وفیات

گزشتہ دنوں:

● دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے قدیم فاضل مولانا ابوالبصر عبدالحق نوری رحمۃ اللہ علیہ (کمہاری والا) کے صاحبزادے فاضل دارالعلوم مولانا محمد احمد نوری (پیر کالونی والٹن لاہور) اور ● میاں محمد زمان سہو اور میاں محمد نواز سہو (چودھری کانٹا، دیپال پور روڈ، بصیرپور) کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں---اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

ہے افضل اولیاء میں کس کا رتبہ؟ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا

خدا کے فضل سے ہم پر ہے سایہ غوثِ اعظم کا
ہمیں دونوں جہاں میں ہے سہارا غوثِ اعظم کا

بلیات وغم و افکار کیوں کر گھیر سکتے ہیں
سروں پر نام لیووں کے ہے پنجہ غوثِ اعظم کا

مُرِیۡدِیۡ لَا تَخَفۡ کہہ کر تسلی دی غلاموں کو
قیامت تک رہے بے خوف بندہ غوثِ اعظم کا

جو اپنے کو کہے میرا، مریدوں میں وہ داخل ہے
یہ فرمایا ہوا ہے میرے آقا غوثِ اعظم کا

ہماری لاج کس کے ہاتھ ہے، بغداد والے کے
مصیبت ٹال دینا کام کس کا، غوثِ اعظم کا

جہازِ تاجراں گرداب سے فوراً نکل آیا
وظیفہ جب انہوں نے پڑھ لیا یا غوثِ اعظم کا

گئے اِک وقت میں ستر مریدوں کے یہاں آقا
سمجھ میں آ نہیں سکتا معما غوثِ اعظم کا

شفا پاتے ہیں صدہا جاں بلب امراضِ مہلک سے
عجب دارُ الشّفا ہے آستانہ غوثِ اعظم کا

نہ کیوں کر اولیاء اس آستانے کے بنیں منگتا
کہ اقلیم ولایت پر ہے قبضہ غوثِ اعظم کا

بلا کر کافروں کو دیتے ہیں ابدال کا رتبہ
ہمیشہ جوش پر رہتا ہے دریا غوثِ اعظم کا

بِلَادُ اللّٰہِ مُلۡکِیۡ تَحۡتَ حُکۡمِیۡ سے یہ ظاہر ہے
کہ عالم میں ہر اک شے پر ہے قبضہ غوثِ اعظم کا

وَ وَلَّانِیۡ عَلَی الۡاَقۡطَابِ جَمۡعًا صاف کہتا ہے
کہ ہر اک قطب ہے عالم میں چیلا غوثِ اعظم کا

فَحُکۡمِیۡ نَافِذٌ فِیۡ کُلِّ حَالٍ سے ہوا ظاہر
تصرف انس و جن سب پر ہے آقا غوثِ اعظم کا

سلاطینِ جہاں کیوں کر نہ ان کے رعب سے کانپیں
نہ لایا شیر کو خطرے میں کتا غوثِ اعظم کا

ہوا موقوف فوراً ہی برسنا اہلِ مجلس پر — جو پایا ابرِ باراں نے اشارہ غوثِ اعظم کا

نیا ہفتہ، نیا دن، سالِ نو جس وقت آتا ہے — ہر اک پہلے بجا لاتا ہے مجرا غوثِ اعظم کا

جو حق چاہے وہ یہ چاہیں، جو یہ چاہیں وہ حق چاہے — تو مٹ سکتا ہے پھر کس طرح چاہا غوثِ اعظم کا

وہ کہہ کر قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ جلا دیتے ہیں مردوں کو — بہت مشہور ہے احیائے موتیٰ غوثِ اعظم کا

سفر سے واپسی میں دینِ اقدس کو کیا زندہ — **محی الدین** ہوا یوں نام والا غوثِ اعظم کا

جو فرمایا کہ دوشِ اولیاء پر ہے قدم میرا — لیا سر کو جھکا کر سب نے تلوا غوثِ اعظم کا

دمِ فرماں خراساں میں معین الدین چشتی نے — جھکا کر سر، لیا آنکھوں پہ تلوا غوثِ اعظم کا

نہ کیوں کر سلطنت دونوں جہاں کی ان کو حاصل ہو — سروں پر اپنے لیتے ہیں جو تلوا غوثِ اعظم کا

لعاب اپنا چٹایا احمدِ مختار ﷺ نے ان کو — تو پھر کیسے نہ ہوتا بول بالا غوثِ اعظم کا

رسول اللہ ﷺ نے خلعت پہنایا برسرِ مجلس — بجے کیوں کر نہ پھر عالم میں ڈنکا غوثِ اعظم کا

محرر چار سو مجلس میں حاضر ہو کے لکھتے تھے — ہوا کرتا تھا جو ارشادِ والا غوثِ اعظم کا

اگر چہ مرغ سب کے بول کر خاموش ہوتے ہیں — مگر ہاں مرغ بولے گا ہمیشہ غوثِ اعظم کا

ہمارا ظاہر و باطن ہے ان کے آگے آئینہ — کسی شے سے نہیں عالم میں پردہ غوثِ اعظم کا

پڑھی لَاحَوْل اور شیطاں کے دھوکے کو کیا غارت — علوم و فضل سے وہ نور چمکا غوثِ اعظم کا

قصیدے میں جنابِ غوث کے، دیکھو نَظَرْتُ کو — تو سوجھے دور کی، ظاہر ہو رتبہ غوثِ اعظم کا

رہے پابندِ احکامِ شریعت ابتدا ہی سے — نہ چھوٹا شیر خواری میں بھی روزہ غوثِ اعظم کا

ہے جب عرشِ الٰہی پہلی منزل ان کے زینہ کی — تو پھر کس کی سمجھ میں آئے رتبہ غوثِ اعظم کا

محمد ﷺ کا رسولوں میں ہے جیسے مرتبہ اعلیٰ — ہے افضل اولیاء میں یوں ہی رتبہ غوثِ اعظم کا

عطا کی ہے بلندی حق نے اہل اللہ کے جھنڈوں کو — مگر سب سے کیا اونچا پھریرا غوثِ اعظم کا

مری جاں کندنی کا وقت راحت سے بدل جائے — سرِ بالیں اگر ہو جائے پھیرا غوثِ اعظم کا

رہائی مل گئی اس کو عذابِ قبر و محشر سے — یہاں پر مل گیا جس کو وسیلہ غوثِ اعظم کا

یہ سنتے ہی نکیرین اس پہ کچھ سختی نہیں کرتے — لکھا ہوتا ہے جس کے دل پہ طغرا غوثِ اعظم کا

عزیزو! کر چکو تیار جب میرے جنازے کو — تو لکھ دینا کفن پر نام والا غوثِ اعظم کا

لحد میں جب فرشتے مجھ سے پوچھیں گے تو کہہ دوں گا
طریقہ قادری ہوں نام لیوا غوثِ اعظم کا

ندا دے گا منادی حشر میں یوں قادریوں کو
کدھر ہیں قادری، کرلیں نظارا غوثِ اعظم کا

چلا جائے بلا خوف و خطر فردوسِ اعلیٰ میں
فقط اک شرط ہے، ہو نام لیوا غوثِ اعظم کا

فرشتو! روکتے ہو کیوں مجھے جنت میں جانے سے
یہ دیکھو ہاتھ میں دامن ہے کس کا غوثِ اعظم کا

جنابِ غوث دولہا اور براتی اولیاء ہوں گے
مزا دِکھلائے گا محشر میں سہرا غوثِ اعظم کا

یہ کیسی روشنی پھیلی ہے میدانِ قیامت میں
نقاب اٹھا ہوا ہے آج کس کا، غوثِ اعظم کا

یہ قیدی چھوٹ رہے ہیں اس لیے میدانِ محشر میں
خدا خود بانٹتا ہے آج صدقہ غوثِ اعظم کا

گزاری کھیل میں کل، اب ہوئی اعمال کی پرسش
مگر کام آ گیا اس دم وسیلہ غوثِ اعظم کا

کبھی قدموں پہ لوٹوں گا کبھی دامن پہ مچلوں گا
بتا دوں گا کہ یوں چھٹتا ہے بندہ غوثِ اعظم کا

ٹھکانا اس کے نیچے یا خدا مل جائے ہم کو بھی
کھڑا ہو حشر میں جس وقت جھنڈا غوثِ اعظم کا

خداوندا ! دعا مقبول کر ہم روسیاہوں کی
گناہوں کو ہمارے بخش، صدقہ غوثِ اعظم کا

مری پھوٹی ہوئی تقدیر کی قسمت چمک جائے
بنائے مجھ کو اپنا سگ جو کتا غوثِ اعظم کا

صدائے صور سن کر قبر سے اٹھتے ہی پوچھوں گا
کہ بتلاؤ کدھر ہے آستانہ غوثِ اعظم کا

کچھ اک ہم ہی نہیں ہیں آستان پاک کے کتے
زمانہ پل رہا ہے کھا کے ٹکڑا غوثِ اعظم کا

نبی نورِ الٰہی اور یہ نورِ مصطفائی ہیں
تو پھر نوری نہ ہو کیوں کر گھرانا غوثِ اعظم کا

نبی ﷺ کے نور کو گر دیکھنا چاہے، انہیں دیکھے
سراپا نورِ احمد ہے سراپا غوثِ اعظم کا

رسول اللہ کا دشمن ہے غوثِ پاک کا دشمن
رسول اللہ کا پیارا ہے پیارا غوثِ اعظم کا

مخالف کیا کرے میرا کہ ہے بے حد کرم مجھ پر
خدا کا ، رحمۃ للعلمیں کا ، غوثِ اعظم کا

جمیلِ قادری سو جاں سے ہو قربان مرشد پر
بنایا جس نے تجھ جیسے کو بندہ غوثِ اعظم کا

مولانا محمد جمیل الرحمٰن قادری رحمۃ اللہ علیہ

تیسری قسط

شیخ العلماء مکہ مکرمہ صالح بن صدیق کمال رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۶۳ھ......۱۳۳۲ھ/ ۱۸۴۷ء......۱۹۱۴ء

عابد حسین شاہ پیرزادہ

اعترافِ عظمت

o......شیخ صالح کمال کی زندگی میں ان کی تصنیف القول المختصر جو مکہ مکرمہ سے شائع ہوئی، اس کے سرورق پر آپ کا اسم گرامی ان القاب کے ساتھ درج ہے:

"العالم الفاضل و الاستاذ الکامل عمدۃ العلماء الاعلام ببلد اللہ الحرام العلامۃ الشیخ محمد صالح کمال الحنفی مفتی السادۃ الاحناف بمکۃ المکرمۃ سابقا و المدرس و الخطیب و الامام بالمسجد الحرام المکی ابن المرحوم العلامۃ المحقق و الدراکۃ المدقق الشیخ صدیق کمال نفع اللہ بعلومھما المسلمین و عزز بارشادھما شریعۃ سید المرسلین ، آمین"---[٦٦]

o......عبد المحسن بن یعقوب صحاف (وفات ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) مکہ مکرمہ کے مشہور شاعر تھے[٦٧]، شیخ صالح کمال نے شیخ العلماء کا منصب سنبھالا تو آپ کے اعزاز میں اہل مکہ نے جو تقریب منعقد کی، اس میں انہوں نے آپ کی مدح میں قصیدہ پڑھا، جس کا مطلع یہ ہے:

کمال علمک قد زانت بہ الرتب
و مکۃ عمھا من فخرھا الطرب [٦٨]

o......شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء) جو مکہ مکرمہ

کے معمر عالم و مسجد حرم میں تفسیر، حدیث، فقہ و اصول اور مسجد نبوی میں کتاب الشفاء کے مدرس نیز صاحبِ تصانیف تھے، آپ خانہ کعبہ کے مقام ملتزم پر نماز کے لیے موجود تھے کہ شیخ صالح کمال کے جنازہ کی آمد پر مطلع ہوئے، اس پر آپ نے شیخ صالح کمال کے علمی مقام کے اعتراف میں یہ الفاظ کہے:

''الیوم مات فقه ابی حنیفة''---[۶۹]

o......قاضی مکہ مکرمہ و مسجد حرم کے شیخ الخطباءِ والائمہ نیز فاضل بریلوی کے خلیفہ شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد حنفی شہید رحمۃ اللہ علیہ یوں رقمطراز ہوئے:

''صالح بن صدیق بن عبدالرحمٰن کمال الحنفی العالم الجلیل الھمام المدرس بالمسجد الحرام القدوۃ الفقیہ العلامہ الفھامة النبیه''---[۷۰]

o......شیخ صالح کمال کی وفات کے چند عشرے بعد ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء میں ان کے شاگرد شیخ محمد یحییٰ بن امان مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تحریر میں استاذ گرامی کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا:

''فضیلة الاستاذ الاکبر و المحقق المدقق ذی الوجه الانور مفتی السادة الحنفیة فقیه الحجازیین علی الاطلاق بقیة السلف و عمدة الخلف صالح بن صدیق کمال''---[۷۱]

o......فاضل بریلوی کی تصنیف حسام الحرمین پر لکھی گئی شیخ صالح کمال کی تقریظ کے آغاز میں مقرظ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

''مقدام العلماء المحققین و ھمام العظماء المدققین العریف الماھر و الغطریف الباھر و السحاب الھامر و القمر الزاھر ناصر السنة و کاسر الفتنة مفتی الحنفیة سابقا و محط الرحال سابقا و لاحقا ذوالعز و الافضال مولانا العلامة الشیخ صالح کمال توجه ذوالجلال بتیجان العز و الجمال''---[۷۲]

o......فاضل بریلوی حجازِ مقدس سے واپس وطن تشریف لائے تو عرصہ بعد ایک روز بریلی کی مسجد میں علمائے حجاز کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے بارے میں فرمایا:

''حضرت مولانا شیخ صالح کمال کو اللہ تعالیٰ جنات عالیہ عطا فرمائے...... میرے نزدیک مکہ معظّمہ میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا''---[۷۳]

وفات

حضرت مولانا شیخ صالح کمال مسجد حرم مکی میں امام و خطیب و مدرس، قاضی جدہ و مکہ مکرمہ،

مفتیٔ احناف و شیخ العلماء کے مناصبِ رفیعہ پر تعینات رہے، اپنے دور کے متعدد گورنر مکہ مکرمہ کے مشیر رہے، اور وسیع و عریض اسلامی سلطنت کے عثمانی خلیفہ کی طرف سے سفارتی مہم پر صنعاء یمن تشریف لے گئے، ان مصروفیات کے ساتھ عقائد و معمولاتِ اہلِ سنت و فقہ حنفی وغیرہ موضوعات پر تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا، لیکن ان تمام تر مناصب و فضائل کے باوجود انتہائی سادہ زندگی بسر کی، تا آنکہ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں وفات پائی اور مسجد حرم میں خانہ کعبہ کے سائے میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی، جس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے بکثرت افراد نے شرکت کی، المعلیٰ قبرستان میں قبر بنی۔[۷۴]

آخر میں واضح رہے کہ حجازِ مقدس کے ہی شہر طائف میں بھی کمال نامی ایک خاندان آباد ہے، جس میں متعدد علماء و فضلاء ہوئے، جیسا کہ تاریخ طائف پر کتب کے مصنفین شیخ عبد اللہ بن بکر کمال (وفات ۱۳۴۱ھ/ ۱۹۲۲ء)، شیخ عبد الحیٔ بن حسن کمال (وفات ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء) اور شیخ محمد سعید بن حسن کمال (وفات ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء)، اور یہ ایک الگ کمال خاندان ہے۔

''حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت'' کے مقرظین

شیخ العلماء صالح کمال کی تالیف ''القول المختصر المفید لاھل الانصاف فی بیان الدلیل لعمل اسقاط الصلاۃ و الصوم المشھور عند الاحناف'' میت کے ذمہ نماز روزہ کے بارے میں فدیہ و حیلہ اسقاط پر مذہبِ احناف کے دلائل پر مبنی ہے۔ تاریخ تکمیل ۱۲/ربیع الاوّل ۱۳۲۶ھ اور یہ ۱۳۲۸ھ میں آپ کے ذاتی اخراجات پر مطبع ماجدیہ مکہ مکرمہ سے طبع ہوئی۔ اور ڈاکٹر شامخ[۷۵] نیز ڈاکٹر عزت[۷۶] نے اس ایڈیشن کے سرورق کا عکس اپنی کتاب میں دیا ہے۔ اور ڈاکٹر ضبیب کے بقول یہ کتاب پندرہ صفحات پر طبع ہوئی[۷۷] اور افغانستان کے مولانا ولی محمد خجندی قندھاری نے اس کی اشاعت کا عکس ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء میں صابر الیکٹرک پریس لاہور میں طبع کرا کے قندھار سے شائع کی۔ اور یہ مشہور فقیہ حنفی و نقشبندی مجددی صوفی، درّ مختار کے محشیٰ علامہ سید محمد امین بن عمر ابن عابدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۵۲ھ/ ۱۸۳۶ء) کے رسالہ ''منۃ الجلیل لبیان الفاظ ما علی الذمۃ من کثیر'' جو ''رسائل ابن عابدین'' کی پہلی جلد میں آٹھواں رسالہ ہے،

اس کی تسہیل وتشریح ہے، جیسا کہ شیخ صالح کمال نے مقدمہ میں خود بتایا۔ مذکورہ لاہوری و قندھاری اشاعت کی بنیاد پر پروفیسر علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ چشتی سیالوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء) بانی جامعہ الزہراء اہل سنت، راول پنڈی نے اردو ترجمہ ''حیلۂ اسقاط کی شرعی حیثیت'' نام سے کیا، جسے آستانہ عالیہ نقشبندیہ مرشد آباد پشاور نے ۱۹۹۵ء میں ترجمہ وعربی متن یک جا ۴۲ صفحات پر طبع کرا کے بلا معاوضہ تقسیم کیا۔ اور یہ مکہ مکرمہ کے پانچ اکابر علماءِ احناف کی تقریظات سے مزین، جن کے نام ومختصر تعارف یہ ہیں۔ شیخ عبداللہ سراج، شیخ احمد ابوالخیر مرداد، شیخ اسعد دہان، شیخ عبدالرحمٰن دہان اور شیخ درویش عجیمی۔

O...... شیخ عبد اللّٰہ بن عبد الرحمٰن سراج رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء)

مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور طویل عرصہ امراض کا سامنا کرنے کے بعد اُردن کے دارالحکومت عمان میں وفات پائی، جہاں کے شاہی قبرستان میں قبر بنی۔ آپ حافظ، حنفی عالم، قانون داں اور سیاسی قائد تھے۔ آپ کے والد شیخ عبدالرحمٰن سراج (وفات ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء) مکہ مکرمہ میں مفتیٔ احناف تھے اور جلاوطن کیے گئے تو قاہرہ کی راہ لی، وہیں وفات وتدفین ہوئی۔ ان سے اسلامی دنیا کے اکابر علماء کرام نے اخذ کیا، جن میں مولانا احمد رضا خان بریلوی جیسے مشاہیر شامل ہیں۔ اور فرزند شیخ عبداللہ سراج نے مکہ مکرمہ میں والد گرامی کے علاوہ مسجد حرم اور مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی۔ پھر والد گرامی کے ساتھ قاہرہ منتقل ہوئے تو جامعہ ازہر میں داخلہ لیا اور تکمیل کی۔ بعد ازاں ہندوستان آئے اور کچھ عرصہ حیدر آباد دکن میں قیام کیا، جہاں نمازِ تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ یہاں سے انڈونیشیا چلے گئے اور وہاں سے دوبارہ ہندوستان آئے۔ پھر عثمانی دارالخلافہ استنبول کی راہ لی، جہاں ڈیڑھ برس قیام کیا، جس دوران عثمانی خلیفہ عبدالحمید نے تمغۂ حمیدی پیش کیا۔ یہاں سے طویل عرصہ بعد وطن مکہ مکرمہ پہنچے اور عثمانی عہد کے آخری ایام میں ''مفتیٔ احناف'' تعینات کیے گئے۔ ۱۰ر جون ۱۹۱۶ء کو مکہ مکرمہ سے عثمانی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور مملکتِ ہاشمیہ حجاز وجود میں آئی تو مفتیٔ احناف شیخ عبداللہ سراج کو مزید دو منصب قاضی القضاۃ نیز وزیر اعظم سپرد کیے گئے۔ ہاشمی مملکت حجاز کا ۱۹۲۴ء میں خاتمہ ہو گیا تو آپ اردن منتقل ہو گئے۔ اور ۲۲ر فروری ۱۹۳۱ء سے ۱۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء تک تقریباً دو سال آٹھ ماہ آپ اردن کے وزیر اعظم رہے، جس دوران وزارتِ داخلیہ نیز وزارتِ مالیات کے قلم دان اور چیف جسٹس اردن کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد رہی۔ شیخ عبداللہ سراج کے وزارتِ عظمٰی دَور کے تین نکات مؤرخین نے بطور خاص ذکر کیے ہیں۔

اوّل یہ کہ اردن کی تاریخ میں آپ واحد وزیر اعظم ہیں جو ''عالم دین'' تھے۔ دوسرا آپ کی کابینہ ملک کی مختصر ترین کابینہ تھی اور آپ سمیت وزراء کی کل تعداد پانچ تھی۔ تیسرا نکتہ یہ کہ یہودیوں کو ارضِ فلسطین فروخت یا کرائے پر دینے سے روکنے کے لیے سخت قانون بنایا اور نافذ کیا گیا۔ چوتھا یہ کہ حجازِ مقدس اور اردن میں اعلیٰ ترین مناصب پر فائز رہنے کے باوصف شیخ عبداللہ سراج نے انتہائی سادہ اور فقیرانہ زندگی بسر کی، تا آنکہ وفات پائی۔[۷۸]

آپ کے فرزند شیخ حسین سراج (وفات ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء) مشہور ادیب و شاعر، دانش ور و مفکر تھے۔ وہ اردن میں دیوانِ شاہی کے مدیر پھر مصر میں سفیر رہے۔ بعدازاں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے جنرل سیکرٹری ہوئے۔

مولانا احمد رضا بریلوی ۱۹۰۵ء میں حج و زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو شیخ عبداللہ سراج مکہ مکرمہ میں موجود نہیں تھے۔ لیکن بعدازاں فاضل بریلوی کی کتاب الدولة المکیة پر تقریظ لکھی، جو مطبوع ہے۔

مولانا محمد ایوب قادری محدث پشاوری (وفات ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء) چوتھی بار ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں حج و زیارت کے لیے گئے تو شیخ عبداللہ سراج، مفتیٔ احناف کے منصب پر تھے۔ تب انہوں نے محدثِ پشاوری کے دو عربی رسائل ''تحفة العلماء الفحول فی الاستغاثة بالرسول ﷺ''[۷۹] اور ''مواهب المنان فی مناقب ابی حنیفة النعمان''[۸۰] پر تقاریظ لکھیں، جو مصنف کی زندگی میں ان کے ایک اور عربی رسالہ ''هداية المسلمين لزيارة سيد المرسلين ﷺ'' کے آخر میں شائع ہوئے۔ اب مولانا محمد ایوب پشاوری کے پچپن عربی رسائل دار الکتب پشاور سے ''مجموع رسائل العلامة محمد ایوب البشاوری'' نام سے جدید انداز میں دو جلدوں میں شائع کیے گئے، جن میں تحفة العلماء الفحول فی الاستغاثة بالرسول ﷺ نیز مواهب المنان فی مناقب ابی حنیفة النعمان تو شامل ہیں لیکن ان پر شیخ عبداللہ سراج کی تقاریظ شائع نہیں کی گئیں۔

ہندوستان کے مشہور فقیہ حنفی مولانا محمد امجد علی اعظمی ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء میں حج و زیارت کے لیے حجازِ مقدس پہنچے تو شیخ عبداللہ سراج مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ تب مملکتِ ہاشمیہ کا دور تھا اور شریف حسین بن علی (وفات ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء) حکمران اور شیخ عبداللہ سراج ان کے نائب نیز مفتیٔ احناف اور چیف جسٹس کے طور پر کام کر رہے تھے۔ مولانا امجد علی اعظمی نے اُن کے دفتر جا کر متعدد ملاقاتیں کیں، جن کا خود حسبِ ذیل عبارت میں ذکر کیا:

’’مولانا عبداللہ سراج جو قاضی القضاۃ تھے اور شریف حسین صاحب کے یہاں سب سے بڑا رتبہ انہی کا تھا۔ یہ مولانا کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے اور شریف صاحب کو سیدنا کہا جاتا تھا۔ ان کی خدمت میں بھی کئی مرتبہ جانا ہوا۔ پہلی مرتبہ ’’حمیدیہ‘‘ وہاں کا دارالحکومت تھا، وہاں پہنچا اور مولانا کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ ایک ہندی شخص جو فلاں نام اور فلاں جگہ کا رہنے والا ہے، آپ سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے۔ خادم نے دروازے پر کرسی رکھ دی، اس پر بیٹھا رہا، کچھ دیر کے بعد اندر بلا لیا گیا۔ مولانا عبداللہ سراج ایک اچھے اور قابل عالم تھے، بہ ظاہر بڑے سیاست دان بھی معلوم ہوتے تھے۔ اخلاق نہایت پاکیزہ تھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ متبع شرع ہیں۔ مکہ معظّمہ میں ایک خاندانی عالم تھے، حضرت مولانا عبدالرحمٰن سراج، عبداللہ سراج ان کے فرزند تھے۔ ان سے مل کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔ جب میں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کا نام ان کے سامنے لیا اور اپنا تعلق بیان کیا تو وہ بہت مسرور اور خوش ہوئے۔ اعلیٰ حضرت سے غائبانہ نہایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس سال اعلیٰ حضرت شیخ امام احمد رضا خان یہاں تشریف لائے تھے، میں موجود نہ تھا، اس زمانہ میں ملک شام میں تھا مگر میں ان کے فضل و کرم سے واقف ہوں۔ ان کی بعض تصانیف بھی میں نے دیکھی ہیں، جن کی وجہ سے میں ان کی قابلیت کا معترف ہوں اور مکہ معظّمہ کے بڑے بڑے علماء، مولانا شیخ صالح کمال مفتئ حنفیہ، اور حضرت مولانا شیخ سعید بابصیل مفتئ شافعیہ سے ان کی تعریفیں سن چکا ہوں‘‘ ---[۸۱]

حوالہ جات وحواشی

۶۶ ...... نشأۃ الصحافۃ، صفحہ ۲۳/ وسائل الاعلام، صفحہ ۶۷

۶۷ ...... عبدالمحسن صحاف کے حالات: اعلام المکیین، جلد ۲، صفحہ ۶۰۵/ الاعلام، جلد ۴، صفحہ ۱۵۳/ الحرکۃ الادبیۃ، صفحہ ۲۴۶، ۳۲۲، ۳۷۶، ۳۷۸

۶۸ ...... سیر و تراجم، صفحہ ۲۳۴

۶۹ ...... سیر و تراجم، صفحہ ۲۳۵

۷۰ ...... نظم الدرر، صفحہ ۱۸۲

۷۱ ...... نشر الدرر، صفحہ ۷۷

۷۲...... حسام الحرمین، صفحہ۳۹ ۷۳...... الملفوظ، جلد۲، صفحہ۱۲۰، ۱۴۰

۷۴......شیخ صالح کمال کے حالات: علامہ غلام مصطفیٰ رضوی مالیگاؤں ہندوستان کی کتاب ''امام احمد رضا اور امام حرم علامہ شیخ صالح کمال حنفی'' ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، سمندری، فیصل آباد نے ۱۴۴۰ھ/ ۲۰۱۸ء میں سولہ صفحات پر شائع کی/ اور کتاب ''امام احمد رضا محدثِ بریلوی اور علماءِ مکہ مکرمہ''، نیز ''جہانِ امام احمد رضا'' کی تیسری جلد میں کمال خاندان کے علماء کے احوال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو پاک و ہند سے بارہا شائع ہوئیں۔ نیز/ الاجازات المتینة، صفحہ۴۹/ تذکرہ علمائے اہلِ سنت، حاشیہ صفحہ۴۳ تا ۴۴/ معارفِ رضا، شمارہ ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، صفحہ۱۹۵ تا ۱۹۶/ اعلام المکیین، جلد۲، صفحہ۸۰۷ تا ۸۰۸/ اھل الحجاز، صفحہ۲۸۲/ تاریخ مکة، صفحہ۵۸۵، ۵۹۰/ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، صفحہ۹۲ تا ۱۰۱/ تذکرہ علمائے اہل سنت، حاشیہ صفحہ۴۳ تا ۴۴/ سیر و تراجم، صفحہ۲۳۳ تا ۲۳۵/ فھرس مخطوطات مکتبة الحرم المکی الشریف، جلد۷، صفحہ۳۲ تا ۳۳، ۹۶ تا ۹۷، ۱۷۹ تا ۱۸۰/ فھرس مخطوطات مکتبة مکة المکرمة، صفحہ۱۷۵/ مختصر نشر النور، صفحہ۲۱۹/ نظم الدرر، صفحہ۱۸۲ تا ۱۸۳/ ضیائے حرم، شمارہ جون ۱۹۹۵ء، صفحہ۹۵/ معارفِ رضا شمارہ ۱۹۹۹ء، صفحہ۱۹۵ تا ۱۹۶

۷۵...... نشأة الصحافة فی المملکة العربیة السعودیة، صفحہ۲۳

۷۶...... وسائل الاعلام السعودیة والعالمیة ، النشأة و التطور، صفحہ۶۷

۷۷...... بواکیر الطباعة، صفحہ۳۳

۷۸......شیخ عبداللہ سراج کے حالات: اعلام الحجاز، جلد۳، صفحہ۳۷۴ تا ۳۹۳/ اعلام المکیین، جلد۱ صفحہ۴۹۹ تا ۵۰۰/ تاریخ مکة، صفحہ۵۹۰، ۶۱۴/ جمھرة اعلام الازھر الشریف، جلد۵، صفحہ۱۱۹ تا ۱۲۰/ نشر الدرر، صفحہ۴۷/ معارف رضا، شمارہ ۱۹۹۸ء، صفحہ۱۷۱ تا ۱۸۱

۷۹...... تحفة العلماء الفحول، صفحہ۳۵

۸۰...... مواھب المنان فی مناقب ابی حنیفة النعمان، صفحہ۵۳ تا ۵۴

۸۱......سیرت صدرالشریعہ، صفحہ۸۷ تا ۸۸

❀❀❀❀❀

موبائل نوجوانوں کے ہاتھ میں!

مولانا عبداللہ

جب سے دنیا بنی ہے، ایجادات کا سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ زمانے میں جمود نہیں، بلکہ ہر روز اپنے ساتھ نئے تغیر اور حوادث لے کر نمودار ہوتا ہے، اسی وجہ سے روز نئی ایجادات اور انکشافات ہوتے ہیں۔ من جملہ ان میں سے موبائل فون بھی ہیں، جو موجودہ زمانے میں ایک ضرورت اور ایک نئی ایجاد ہے، جو اپنے فوائد و مفاسد کے ساتھ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

موبائل استعمال

موبائل فون کے موجد مارٹن کوپر (MARTINCOOPER) ہیں۔

فوائد

اگر دانش مندی سے استعمال کیا جائے تو یہ ہماری زندگی میں مفید ثابت ہوسکتا ہے اور ہماری زندگی میں کافی آسانیاں پیدا کرتا ہے، ہمیں اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ ربط میں رکھتا ہے، اس کے ذریعے دنیا کے کسی حصہ سے رابطہ کیا جاسکتا ہے، ایک دوسرے کی

آواز بھی سنی جاسکتی ہے، تحریری پیغام بھی بھیجے جاسکتے ہیں، ہمیں دنیا کی ہر طرح کی معلومات فراہم کرنے کا بھی ذریعہ ہے، طلبا اپنی پڑھائی میں کافی مدد حاصل کرسکتے ہیں، اس کا صحیح استعمال طلبا کی تعلیم میں بہت مفید ثابت ہوسکتا ہے، دفتروں میں کام کرنے والے لوگ بھی اپنے معاملات میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، غرض! موبائل فون ہماری زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔

G.P.S (Global positioning system)

زیادہ تر موبائل اب گلوبل پوزیشنگ سسٹم سے لیس ہیں، اس ٹیکنالوجی کی مدد سے لوگ پوری دنیا میں کسی بھی مطلوبہ پتا یا علاقہ تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں، اس سے نہ صرف رابطہ، بلکہ آمدورفت میں بھی بہتری آئی ہے۔

نقصانات

کیا موبائل فون صرف ایک آلہ ہے؟ یا ایک تہذیب، تمدن، ثقافت، تاریخ، زبان، اسلوب اور نئی طرزِ زندگی بھی ہے، جس نے خیر وشر کے پیمانے بدل ڈالے ہیں، خلوت تک میں گناہ کا دائرہ وسیع کردیا ہے، سونے کے اوقات کو زیروزبر کردیا ہے۔ پیغام کے ذریعے ایک نئی تہذیب، خبیث رویے، غلیظ معاشرت، گناہ گار طرزِ گفتگو اور گفتگو سے نفاست وطہارت اور شرافت کو رخصت کردیا ہے۔

یہ خلاف شرع آوازیں

آج کل موبائل فون جس طرح عام ہورہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ موسیقی کی گھنٹیاں بھی عام وخاص جگہ پھیلتی جارہی ہیں، یہاں تک کہ ہماری مساجد اور مجالسِ وعظ بھی اس منحوس آواز سے گونجنے لگی ہیں اور تو اور اب یہ حرمین شریفین میں بھی عام ہوچکی ہیں، جہاں جنید بغدادی اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہما جیسی شخصیات سانس بھی ادب سے لیا کرتے تھے، مگر یہ شیطانی آوازیں وہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں اور جابجا گونجتی سنائی دیتی ہیں۔ یہی آوازیں مسجدوں میں بلند ہونا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

موبائل فون سے دماغی رسولیاں

سنڈے ٹائمز کے مطابق سویڈن میں ہونے والی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ

موبائل فون کا باقاعدہ استعمال کرنے سے دماغ میں رسولی بننے کے خطرے میں 30 فی صد اضافہ ہوا ہے۔انٹر نیشنل آف آنکالوجی (International of Oncology) میں دماغی رسولی میں مبتلا 1600 افراد کے دس سالہ مطالعہ کے بعد بتایا گیا ہے کہ موبائل فون کا مسلسل استعمال ہی رسولیوں کا سبب ہے۔

جنوبی کورین ماہرین کا تجربہ

برطانوی اخبار ڈیلی میل کے رپورٹ کے مطابق ماہرین کا کہنا ہے، جو بچے بہت موبائل استعمال کرتے ہیں یا فون کو آنکھوں کے بہت قریب رکھتے ہیں، ان کی آنکھوں میں بھینگا پن کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں، کے کونم نیشنل یونی ورسٹی ہسپتال کے ماہرین نے سات سے سولہ سال تک کے 12 لڑکوں پر اپنی تحقیق کی، ماہرین ان لڑکوں کو روزانہ چار سے آٹھ گھنٹے تک فون استعمال کرنے اور فون کو اپنی انکھوں سے آٹھ سے بارہ انچ کے فاصلہ تک رکھنے کو کہا: دو ماہ بعد ان میں سے نو لڑکوں میں بھینگے پن کی ابتدائی علامات ظاہر ہوگئیں۔ ماہرین نے اپنی تحقیق سے یہ پختہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسلسل فون پر نظر رکھنے سے بچوں کی آنکھیں اندر کی طرف مڑنے لگتی ہیں اور بالآخر وہ بھینگے پن کا شکار ہو جاتے ہیں۔

موبائل فون کے آداب پر ایک طائرانہ نظر

①...... گفتگو کا آغاز سلام سے کریں، اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ [جامع ترمذی، رقم:۲۶۹۹]
لیکن غیر مسلم کو سلام کرنے میں پہل نہ کریں۔

②...... رابطہ ہوتے ہی اپنا تعارف کرائیں۔

③...... تین مرتبہ سے زائد کال نہ کریں۔

④...... طویل گفتگو کے اختتام پر خدا حافظ نہ کہیں، بلکہ سلام کریں، کَمَا قَالَ النَّبِی ﷺ:
إِذَا دَخَلْتُمْ بَيْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهِ، فَإِذَا خَرَجْتُمْ فَأَوْدِعُوْا أَهْلَهُ بِسَلَامٍ --- [شعب الایمان بیہقی، رقم:۸۴۵۹]

⑤...... اپنے موبائل فون کو گندگی اور خرافات سے پاک کر رکھیں۔

⑥...... کال کرتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ نماز یا ذاتی مشغولیت کا وقت تو نہیں ہے۔

⑦...... اجنبی عورت سے بات چیت کرنے سے بچیں۔

⑧......ڈیوٹی کے اوقات میں موبائل فون استعمال نہ کریں۔

⑨......اپنے اعزہ واقارب سے رابطہ میں رہیں، اپنوں کو چھوڑ کر غیروں سے زیادہ قربت اختیار نہ کریں۔

⑩...... بیت الخلاء میں گفتگو کرنے سے بچیں۔

⑪......دینی مجالس یا بڑوں کی مجالس میں موبائل استعمال نہ کریں۔

⑫......نماز میں اگر موبائل کی گھنٹی بجنے لگے تو اسے کاٹ دیں، تاکہ سب کی نماز خراب نہ ہو۔

⑬......فحش اور جھوٹ پر مبنی ایس ایم ایس سے گریز کریں۔

⑭...... بلا اجازت دوسرے کا موبائل استعمال نہ کریں۔

⑮......افواہ نہ پھیلائیں۔

⑯...... جب کوئی غلط چیز ارسال کریں، فوراً اس پر تنبیہ کریں۔

حرف آخر با آنسوؤں کے چند قطرے

وقت اللہ تعالیٰ کی ایک بیش بہا اور گراں مایہ نعمت ہے، جو سونے اور چاندی سے بھی قیمتی ہے، جسے مانندِ تلوار کہا گیا ہے، جس کے بارے میں آئندہ قیامت کے دن اوّلین وقت میں محاسبہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا تَزُوْلُ قَدِمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ : عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا أَفْنَاہُ ؟ وَ عَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا أَبْلَاہُ ؟ وَ عَنْ مَالِہٖ مِنْ أَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَ فِیْمَا أَنْفَقَہٗ ؟ وَ عَنْ عِلْمِہٖ مَا ذَا عَمِلَ فِیْہِ---[المعجم الکبیر، رقم:۱۱۱]

اور عرب کا مقولہ ہے:

اَلْوَقْتُ أَثْمَنُ مِنَ الذَّھَبِ---

اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: (شاید امام شافعی ہے)

اَلْوَقْتُ کَالسَّیْفِ إِنْ لَّمْ تَقْطَعْہُ قَطَعَکَ---

لیکن اس موبائل نے ایسی لاثانی چیز کو بے وقعت بنا کر رکھ دیا ہے۔ آج ہماری نئی نسل کو اس کے صحیح استعمال کے طریقے معلوم نہیں، لایعنی وعبث اشیاء میں اسے صرف کرتے ہیں، جن کا انجام بعد میں ناکامی کی شکل میں زندگی میں مرتب ہوتا ہے، پھر اس کا موردِ الزام

اساتذہ ووالدین کو گردانتے ہیں اور نفسیاتی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

دانا کے لیے کافی ہے ایک اشارہ
نادان کو کافی نہیں دفتر نہ رسالہ

✧✧✧✧✧

میڈیا اور موبائل کے شر اور فتنہ سے بچنے کی دعا

اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ مِنْ شَرِّ سَمْعِیْ وَ بَصَرِیْ، وَلِسَانِیْ وَ قَلْبِیْ---

[سنن نسائی، حدیث:۵۴۵۶/ الادب المفرد، باب ۲۸۸، حدیث:۶۶۳]

''اے اللہ! مجھے کان، آنکھ، زبان اور دل کے شر سے عافیت میں رکھ''---

❀❀❀❀❀

فرمان حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

''مومن کو چاہیے کہ سب سے پہلے فرائض ادا کرے، ان سے فراغت کے بعد سنتوں کی طرف توجہ دے، پھر نفلی عبادات میں مشغول ہو، پس جو شخص ابھی فرائض ہی سے فارغ نہیں ہوا، اس کے لیے سنتوں میں مشغول ہونا جہالت اور بے وقوفی ہے، اس لیے کہ ادائے فرائض کے بغیر سنن ونوافل قبول نہیں کیے جائیں گے اور جو شخص ایسا کرے گا، وہ ذلیل ورسوا ہوگا--- اسی طرح جو شخص سنت کو ترک کر کے ایسے نوافل میں مشغول ہو جو نہ فرائض کے ساتھ ضروری ہیں اور نہ ہی شارع صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ان کے بارے کوئی تاکید آئی ہے، قبول نہ ہوں گے''---

فرائض کی اہمیت کو مثالوں سے بیان کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

واضح رہے کہ حرام چیزوں سے پرہیز، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے اجتناب، تقدیر پر اعتراض سے احتراز اور احکام الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اہم ترین فرائض میں سے ہیں--- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ---[فتوح الغیب]

''اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے''---

[''غوث الوریٰ بحیثیت مظہر مصطفیٰ'' سے ایک اقتباس]

خطیبِ پاکستان علامہ محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ

- ...... ۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ کو سینتیس سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا
- ...... چونتیس سال بعد جسم صحیح سلامت نکلا
- ...... ان کی تبلیغ سے دو ہزار عیسائی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

ایک دور تھا جب الفاظ کا بھرم قائم تھا، القاب کی وقعت اور ان کی معنویت کی توقیر تھی، اکابر جس کے لیے جو لقب تجویز کرتے وہ اس قامتِ زیبا پر راست آتا اور اس کی شخصیت کا حقیقی ترجمان ہوتا --- چنانچہ جب مفتیٔ اعظم کہا جاتا تو خیال سید ابوالبرکات کی طرف جاتا، شیخ الحدیث کہا جاتا تو ذہن حضرت مولانا ابوالفضل سردار احمد کی جانب منعطف ہوتا، فقیہ اعظم کا ذکر ہوتا تو حضرت مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ کا روئے زیبا فردوسِ نظر ہوتا --- حکیم الامت لکھا یا بولا جاتا تو مفتی احمد یار خان نعیمی کی طرف دھیان جاتا، غزالیٔ زماں کا

لقب سنتے ہی حضرت سید احمد سعید کاظمی کا تصور آ جاتا، شیخ القران سے مراد علامہ عبدالغفور ہزاروی لیے جاتے یا پھر ان کے وصال کے بعد علامہ غلام علی اوکاڑوی کا خیال آتا --- شہبازِ خطابت پکارا جاتا تو حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ کا سراپا نگاہوں کے سامنے آتا، سلطان الواعظین سے مراد حضرت مولانا محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ ہوتے --- غرض! دنیائے علم میں کتنے ہی روشن نام اور آسمانِ خطابت پر کتنے ہی نجوم ومہتاب کی آب وتاب تھی --- تب خطیبِ پاکستان کہا جاتا تو فوری طور پر علامہ محمد شریف نوری قصوری کا نام نامی حاشیۂ خیال میں آتا یا پھر مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہما کا تصور آتا ---

خطیب پاکستان علامہ ابوالبیان محمد شریف نوری کا شمار حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے لائق وفائق تلامذہ اور مخلص مریدین میں ہوتا ہے، اسی خصوصی نسبت سے عوام وخواص میں ''نوری'' اور قصور میں قیام کی وجہ سے ''قصوری'' کے لقب سے مشہور تھے --- ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں طالب علمی دور ہی سے مطلعِ خطابت پر طلوع ہوئے اور کم وبیش دو دہائیوں تک آفتابِ نیم روز کی طرح آسمانِ خطابت پر پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر رہے --- قدرت نے ان کے گلے میں ایسی گراریاں رکھی تھیں کہ وہ اپنے لحنِ داؤدی، آواز کے زیروبم اور اپنی قادرالکلامی کا استعمال اس طرح کرتے کہ ماحول پر چھا جاتے --- موقع کی مناسبت سے بات کرنا ان پر ختم تھا، آواز میں بلا کا سوز تھا، بڑے سے بڑے مجمع کو کنٹرول کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا ---

۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مقام پر شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی زیرصدارت تاریخ ساز سنی کانفرنس منعقد ہوئی، راقم نوعمری کے باوجود اباجی قبلہ حضرت سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کانفرنس میں شریک ہوا۔ تمام مناظر اس وقت بھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اس کانفرنس میں خیبر تا کراچی ہزاروں علماء ومشائخ اور عوام وخاص نے بھرپور شمولیت کی۔ قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاءالدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے صاحبزادے حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی بطورِ خاص مدینہ منورہ سے تشریف لائے اور عربی خطاب سے نوازا، قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی نے اس کی انتہائی شستہ اور

برجستہ ترجمانی کرکے اپنی صلاحیتوں کالوہا منوایا--- پنجاب میں عوامی سطح پر یہ نورانی میاں کا پہلا بھرپور تعارف تھا--- حضرت مدنی کے خطاب سے پہلے شدت کی گرمی اور بعض دیگر وجوہ کی بنا پر مجمع میں بے چینی پھیل گئی، لوگ دھڑ ادھڑ اٹھنے لگے اور یوں یہ تاریخی کانفرنس ناکام ہوتے دکھائی دی۔ ناظم اسٹیج حضرت شیخ القران علامہ غلام علی اوکاڑوی نے علامہ محمد شریف نوری قصوری کا اعلان کر دیا۔ پھر کیا تھا آپ نے اپنے لحنِ داؤدی اور جادو بیانی سے مجمع کو کنٹرول کرکے مشاہیر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا---اس موقع پر آپ نے مولانا فضلِ حق خیرآبادی اور دیگر مجاہدینِ جنگِ آزادی کی کارکردگی اور تحریکِ پاکستان میں علماء و مشائخ کے تاب ناک کردار کو بڑے حسین پیرائے میں بیان کیا اور پھر حضرت مولانا کفایت علی کافؔی کا وہ کلام سنایا، جو آپ نے انگریز کے خلاف فتوی جہاد کی پاداش میں سزائے موت سنائے جانے کے بعد تختۂ دار پر کھڑے ہو کر پڑھا تھا:

کوئی گل باقی رہے گا ، نے چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ ﷺ کا دینِ حسن رہ جائے گا
ہم صفیرو باغ میں کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اُڑ جائیں گی ، سونا چمن رہ جائے گا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تنِ بے جان پر خاکی کفن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافؔی و لیکن حشر تک
نعتِ حضرت ﷺ کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

آپ نے یہ کلام اس انداز میں پڑھا کہ سماں باندھ دیا---

ایوبی دور میں مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد خان، نواب آف کالا باغ اپنے گھر پر محرم الحرام اور میلادِ پاک کی سالانہ محافل میں بڑے اہتمام سے آپ کو دعوتِ خطاب دیا کرتے تھے---

یہ ایک حقیقت ہے کہ 1950ء تا 1970ء کے دورانیے میں پاکستان بھر میں ایک سے ایک

بڑا خطیب اور مقرر پیدا ہوا، لیکن جس شخص نے کراچی تا خیبر پورے ملک بلکہ بیرونِ ملک بھی اپنی خطابت کا لوہا منوایا، وہ علامہ محمد شریف نوری قصوری تھے--- آواز میں بلا کا سوز تھا، جب قرآنِ کریم کی تلاوت کرتے یا شعر پڑھتے تو یوں لگتا جیسے در و دیوار وجد کناں اور شجر و حجر جھوم جھوم اٹھے ہوں--- ان کی جادو بیانی اور سحرِ خطابت کی اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ یکم مئی 1959ء کو رائے ونڈ (لاہور) کے مضافات کلارک آباد کے دو ہزار عیسائی ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے---

علامہ نوری بڑے غیور انسان تھے، اسلامی حمیت اور مسلکی غیرت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی--- دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہوں نے بلھے شاہ کی نگری قصور کو اپنی دینی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تو وہاں کے ایک دیوبندی مولوی نے ''چراغِ سنت'' نامی کتابچہ شائع کیا، جس میں اہلِ سنت کے معمولات کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے سنی علماء کے خلاف انتہائی نازیبا زبان استعمال کی تو علامہ نوری نے دینی و تاریخی کتابوں کے ناقابلِ تردید حوالہ جات سے مزین و مبرہن نہایت علمی، ادبی اور تحقیقی انداز میں ۲۹۶ رصفحات کی بلند پایہ کتاب ''آفتابِ سنت'' شائع کر کے عظیم کارنامہ سرانجام دیا--- ۱۹۵۸ء میں یہ کتاب شائع ہوئی تو شاعر اہلِ سنت مولانا حافظ محمد پیر بخش حافظ بلوچ تونسوی (ملتان) نے اس شعر سے تاریخِ طباعت استخراج کی:

چو آمد مخزن فیضان نوری =۱۹۵۸

شدہ گنجینۂ رشد و ہدایت =۱۳۷۸

پہلے مصرع سے عیسوی سنہ ۱۹۵۸، جب کہ دوسرے مصرع سے ہجری سنہ ۱۳۷۸ برآمد ہوتا ہے---

علامہ نوری نے اس کتاب کو اپنے شیخ کے نام منسوب کیا:

''اس حقیر تالیف کو سیدی وسندی استاذ العلماء فخر الصلحاء فقیہ اعظم حضرت مولانا علامہ مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کی خدمت میں پیش کر کے شرفِ قبولیت کا امیدوار ہوں

ع اک نظر کی آرزو میں ہے جہانِ آرزو“

ایک فرقہ کی جانب سے صحابہ کرام، خصوصاً شیخین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی تو علامہ محمد شریف نوری نے ”الحبیب“ جولائی ۱۹۶۳ء کے اداریہ میں گستاخانہ عبارتوں کی نشان دہی کرتے ہوئے حکومتِ وقت کو خبردار کیا اور قیامِ امن کے لیے مفید تجاویز دیں---

علامہ عبدالحکیم شرف قادری، علامہ نوری صاحب کی خدمات کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”مولانا نوری بلند اخلاق کے مالک تھے، دوستوں کے دوست تھے اور ملنے جلنے والوں کی بڑی فراخ دلی سے تواضع کیا کرتے تھے۔ جمعیۃ العلماء پاکستان، پاک سنی تنظیم اور انجمن اصلاح المسلمین کے سرگرم رکن اور ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۳۹۰ھ میں جا بجا دورے کیے اور آئینِ اسلام کے نفاذ کے حق میں پُر زور تقریریں کیں اور عوام الناس کو آئینِ اسلامی کی تائید وحمایت کے لیے تیار کیا۔

مولانا نوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے مقبول ترین مقرر تھے، سامعین ان کی خوش نوائی کے اثر سے کیف وسرور میں ڈوب جاتے تھے۔ وہ جہاں ایک مرتبہ تقریر کرآتے تھے وہاں کے لوگ ہمیشہ ان کے مشتاق رہتے۔ تقریر اپنی مادری زبان پنجابی میں کیا کرتے، ان کے عقیدت مندوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا، انہوں نے اپنے مواعظ کے ذریعے سنیت کا پیغام پاکستان کے گوشے گوشے تک پوری بے باکی سے پہنچایا اور عقائد باطلہ کی تردید پوری قوت سے کی۔ پُرخطر راستوں سے گزرے، دھمکیاں سنیں، مگر کبھی ان کا عزم متزلزل نہ ہوا“---

[تذکرۂ اکابر اہل سنت، ص ۴۸۷]

۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء میں لاہور سے ”الحبیب“ جاری کیا، جس کی پیشانی پر یہ عبارت نمایاں تھی:

زیرِ ظلِ عاطفت حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب

شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیرپور

یہ رسالہ اپنے دور کا مقبول پرچہ تھا، پہلا شمارہ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے

کثیرالاشاعت ماہ نامہ کی صورت اختیار کر گیا۔ علامہ نوری صاحب اشاعت کے پہلے سال کی تکمیل پر اداریہ تحریر کرتے ہیں:

''قارئین کرام! اس شمارے کے ساتھ آپ کے ''الحبیب'' نے اپنے پہلے سال کی منزل طے کر لی ہے، اس مختصر ترین عرصے میں اس کی حیرت انگیز ترقی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ حضرات کے تعاون کا نتیجہ ہے۔ اہل سنت کا یہ کامیاب ترجمان اپنے مسلک کے تمام جرائد سے بلحاظِ اشاعت کہیں آگے نکل چکا ہے۔ پاکستان کے دونوں حصوں (مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان) میں ایک سو سے زیادہ ایجنسیاں قائم ہو چکی ہیں، جہاں ہر ماہ الحبیب باقاعدگی سے قارئین کی روح کی تسکین کا سامان بہم پہنچا رہا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بھارت، ملایا، برما، ایران، عراق، کویت، سعودی عرب اور انگلینڈ کے علاوہ کئی اور ممالک میں بھی ایک کامیاب جریدے کا مقام حاصل کر چکا ہے۔ اس کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے اسے کن کن مراحل سے گزرنا پڑا، یہ ایک طویل داستان ہے'' ---

[ماہ نامہ الحبیب، لاہور، فروری ۱۹۶۴ء، ص ۳]

''الحبیب'' کے آغاز پر اہلِ سنت کے نامور شاعر، سلام رضا کے تضمین نگار مولانا اختر الحامدی کے استاذ مولانا ضیاء القادری بدایونی (کراچی) نے تاریخ اجراء ''الحبیب'' یوں رقم کی:

قابلِ صد شکر ہے یہ سعیٔ مولانا شریف!
ماہ نامہ آپ نے جاری کیا، کیا بے نظیر
اہلِ سنت کے عقائد کا حقیقی ترجماں
جس کو پڑھ کر ہوتے ہیں اہلِ شرف روشن ضمیر
حضرتِ مولانا نور اللہ ہوں جب سرپرست
یہ جریدہ کیوں نہ پھر ہو بے مثال و بے نظیر
یہ جریدہ اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کا مقبول ہو
غوثِ اعظم اس رسالے کے ہوں یا رب دستگیر

نقشبندی ، سہروردی ، قادری ، چشتی ولی رحمۃ اللہ علیہم
اس رسالے کی مدد فرمائیں یا ربِّ قدیر
خوبصورت کس قدر ہے ، کس قدر ہے دل نواز
''الحبیب'' اللہ اکبر کس قدر ہے دل پذیر
کیوں نہ ہوں اس کے مضامیں مستند اور بے مثال
ہو ''شریف'' اہلِ قلم جس ماہ نامہ کا مدیر
ہے ضیاء سالِ طباعت کا تصور قلب میں
گُلبُنِ اُمید کہیے ''الحبیبِ'' بے نظیر

۱۳۸۲ھ ۱۲۲۵ھ + ۱۵۷

[ماہ نامہ الحبیب، لاہور، اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۱۸]

اسی اپریل کے شمارے اور بعض دیگر شماروں میں قارئین کے خطوط اور حافظ چشتی تونسوی (ملتان) کے منظوم کلام بعنوان ''الحبیب'' سے بھی پرچے کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

علامہ نوری کو اپنے شیخ و مرشد سے بڑی عقیدت تھی، دورہ حدیث پڑھتے ہوئے حضرت سیدی فقیہ اعظم کی توجہ اور دعا سے انہیں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا--- موصوف تادم وصال دار العلوم کے شعبہ تبلیغ انجمن حزب الرحمٰن کے ناظم اعلیٰ رہے، دار العلوم کے سالانہ اجلاسوں میں باقاعدہ حاضر رہتے، اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیتے اور اپنی تقریر دل پذیر سے خاص و عام کو محظوظ کرتے---۱۹۷۱ء کے سالانہ اجلاس کے موقع پر شدید علیل ہونے کے باوجود دار العلوم میں دو دن قیام پذیر رہے۔ آخری نشست میں دار العلوم میں اپنی زندگی کا آخری خطاب کیا، جس میں انہوں نے کہا کہ کل سے سن رہا ہوں، ہر مقرر یہ کہہ رہا ہے ''میں تقریر سنانے نہیں، سننے آیا ہوں'' مگر میں آج تقریر سنانے آیا ہوں اور حضرت سیدی فقیہ اعظم کو سنانے آیا ہوں، تاکہ حضرت سن کر خوش ہوں کہ جس پودے کی میں نے آبیاری کی تھی اور جس محمد شریف نوری کی تربیت کی تھی، وہ کس طرح تقریر و تبلیغ کے ذریعے ڈیوٹی انجام دے رہا ہے۔ حضرت کے حکم پر ملک کے کونے کونے بلکہ بیرونِ ملک

تبلیغ کرتے ۱۹ سال کا عرصہ بیت گیا، بڑے بڑے علماء ومشائخ سے ملاقات رہی، مگر:

زلفاں چھلے اوچھلے، سارا جگ سوہنا اے، پر میرے پیر توں تھلے او تھلے

درد وسوز سے لبریز اس تقریر میں آپ نے مولانا جامی، شاہ عبداللطیف بھٹائی، خواجہ غلام فرید (کوٹ مٹھن شریف) کے اشعار پڑھے تو مجمع کا رنگ دیدنی تھا۔علماء ومشائخ اور خاص وعام اشک بار اور وجد کناں تھے۔

علامہ نوری قصوری مقبول اور معروف ترین خطیب تھے، بہت سے علماء نے ان کا لہجہ اپنانے کی کوشش کی، تاہم مولانا ابوبکر چشتی حفظہ اللہ (راول پنڈی)، مولانا قاضی منظور احمد (سرگودھا) اور علامہ محمد عارف نوری کی تقریروں میں نوری خطابت کا رنگ کچھ نہ کچھ جھلکتا تھا، لوگ اسے بھی غنیمت سمجھتے کہ:

ع: اے گل! بتو خرسندم، تو بوئے کسے داری

فضلائے دارالعلوم میں سے مولانا قاری نور محمد نوری (لاہور)، مفتی احمد یار (گگومنڈی) مولانا قاری عبدالستار نوری (دیپال پور) اور مولانا محمد رمضان نوری لاہور وغیرہم بھی اس لہجہ کو اپنانے میں کوشاں رہے۔

علامہ نوری شہرت ومقبولیت کے بلند ترین مقام پر فائز ہونے کے باوجود انکسار وتواضع اور محبت ومودت کے پیکر تھے۔دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں جب بھی حاضر ہوتے طلبہ میں گھل مل جاتے، طلبہ ان کے گرد جمع ہو جاتے، تقریر میں رہنمائی لیتے، مختلف اشعار کی فرمائش کرتے، چنانچہ آپ ان کی دل جوئی کرتے ہوئے اپنی مترنم آواز میں شعر سناتے۔ ان کی خطابت سے متاثر ہوکر بہت سے بچے دینی علوم کی طرف راغب ہوئے۔علامہ محمد منشا تابش قصوری اور علامہ شاہ محمد چشتی ایسے افاضل نے آپ ہی کی وساطت سے دارالعلوم بصیر پور میں داخلہ لیا تھا۔زینت القراء قاری سید صداقت علی شاہ بھی آپ ہی کی حکمت عملی سے حفظِ قرآن اور قراءت کی طرف راغب ہوئے۔نوری صاحب نے بیٹوں کی طرح ان کی تربیت کی اور اپنے ساتھ محافل میں لے جا کر ان کی حوصلہ افزائی کی، جس کے نتیجے میں یہ مقبول قاری ومقری عالم اسلام میں مشہور ہیں۔

علامہ نوری صاحب کو ہم سے بچھڑے نصف صدی کا عرصہ بیت گیا، مسکراہٹوں کے پھول بکھیرتی ان کی صورت اب بھی نگاہوں کے سامنے ہے۔ موصوف حضرت سیدی فقیہ اعظم اور دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے قابلِ فخر فرزند، انجمن حزب الرحمٰن کے ناظم اعلیٰ، چمنستان نوریہ کے گلِ سرسبد اور اہلِ سنت کے عظیم سرمایہ تھے۔ انہیں درسی علوم وفنون میں پختگی حاصل تھی، بیان وخطاب کی عظمت اور مقناطیسی شخصیت کے حامل تھے، وہ بیک وقت متبحر عالم دین بھی تھے اور پُر تاثیر مبلغ بھی تھے، صاحبِ طرز خطیب بھی تھے اور اعلیٰ پائے کے ادیب بھی، ایک مصنف بھی تھے اور مفکر بھی، الغرض وہ ایک فرد نہیں، انجمن تھے۔ دینی ومسلکی حوالوں سے ان کی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع تھا۔

علامہ نوری گوناگوں اوصاف سے متصف تھے، وہ دوستوں کے دوست، خوش باش، خوش لباس، خوش گفتار، خوش اطوار، مہمان نواز، خلیق وملنسار، بلند کردار، وضع دار، مرنجاں مرنج طبیعت اور باغ وبہار شخصیت کے مالک تھے۔

ع: اے کہ مجموعۂ خوبی، بہ چہ نامت خوانم

آپ اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے، آپ کے ہاں نرینہ اولاد نہیں ہوئی۔

علامہ محمد شریف نوری سرکار ابد قرار ﷺ کے سچے عاشق تھے، وہ کم وبیش چار مرتبہ حجِ بیت اللہ اور حاضریٔ مدینہ منورہ سے سعادت یاب ہوئے۔ حج کے موقع پر منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور دیگر تمام مناسک پیدل ادا کیے۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے کمال اشتیاق سے حرمین شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے، واپسی پر رستے ہی میں علالت نے آ لیا۔ چند روز میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج رہے، بالآخر ۲۸ / ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ / ۱۳ / مئی ۱۹۷۲ء کو اس دارِفانی سے رخصت ہوئے۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم سمیت سیکڑوں علمائے کرام اور ہزاروں عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا سید ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری نے نماز جنازہ کی امامت کروائی، آپ کو اپنے قائم کردہ مرکز ''جامعہ محمدیہ'' کے ایک گوشے میں دفن کیا گیا۔ تدفین سے چونتیس سال بعد محکمہ شاہرات نے سڑک کی توسیع کرتے ہوئے ان کی قبر کھودی تو جسم صحیح سلامت نکلا۔ چنانچہ ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ (گوجرانوالا) کی رپورٹ درج ذیل ہے:

”عاشقِ رسول مولانا محمد شریف صاحب نوری قصوری کی ۳۴ رسال بعد دوسری جگہ تدفین

لاہور: ۱۵ر دسمبر ۲۰۰۶ء، بروز جمعۃ المبارک، رات دو بجے

حضرت مولانا محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو دارالعلوم جامعہ محمدیہ کے کمرہ میں دفنایا گیا۔ حکومت نے انتظامیہ کمیٹی کو زبانی طور پر آگاہ کیا کہ سڑک کی توسیع کے سلسلہ میں مولانا کا مزار دوسری جگہ منتقل کرلیں [۱] چنانچہ خطیب مسجد محمدیہ نے فوری طور پر علمائے کرام اور معززینِ علاقہ کو صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے ایک ہنگامی اجلاس بلایا، جس میں طے پایا کہ مولانا مرحوم کے جسد مبارک کو مدرسہ کے کمرہ میں منتقل کردیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور اس کمیٹی کی نگرانی میں ہفتہ کی شب دو بجے آپ کی قبر مبارک کو کھولا گیا، اس موقع پر موجود لوگوں کا بیان ہے کہ قبر کے کھلتے ہی اندر سے خوشبو کے حلے (مہک) آنے لگے، مرحوم کی میت بالکل صحیح سلامت تھی۔ اس منظر کو دیکھ کر وہاں پر موجود لوگوں کو بے حد تعجب اور خوشی بھی ہوئی۔

● مولانا مرحوم کا ۱۳ رمئی ۱۹۷۲ء میں انتقال ہوا تھا، ● ۳۴ سال بعد آپ کے جسد اقدس کو دوسری جگہ منتقل کیا گیا، ● بہت سے لوگ اور علماء اس موقع پر موجود تھے، ● درود وسلام کی گونج میں آپ کے تابوت کو لحد میں اتارا گیا۔ (مولانا غلام نبی جانباز نقشبندی، لاہور)

خطیبِ اہلِ سنت مولانا صاحب زادہ بدر منیر گلفام صاحب سیالکوٹی نے بھی واقعہ مذکورہ کی تحقیق وتصدیق کی ہے:

۱......تدفین کے بعد بلا عذر شرعی منتقلی منع ہے، لہٰذا علامہ محمد عارف نوری اور دیگر علماء نے بہت کوشش کی کہ مزار توسیعی منصوبہ میں نہ آئے، مگر حکومت نہ مانی۔ اس اضطراری حالت میں انتظامیہ کو دوسری جگہ تدفین کا فیصلہ کرنا پڑا۔ [محبّ نوری]

کون کہتا ہے کہ اولیاء مر گئے　　چھوڑ کر فانی ، وہ اصلی گھر گئے

کون کہتا ہے کہ اولیاء مر گئے　　قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

زمیں میلی نہیں ہوتی ، بدن میلا نہیں ہوتا

محمد ﷺ کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

نوٹ: یاد رہے کہ مولانا مرحوم اپنے دور کے بہترین مقرر تھے اور آپ کی تقاریر کی کیسٹیں مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالا سے دستیاب ہیں۔

عجیب حسنِ اتفاق کہ مولانا نوری کا وصال ۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ، مطابق ۱۳ مئی ۱۹۷۲ء، جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب تقریباً دو بجے ہوا، جب کہ جسد مبارک کی تبدیلی بھی جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب دو بجے ہوئی''۔

[ماہ نامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوالا، محرم الحرام ۱۴۲۸ھ، صفحہ ۲۲]

ضرورت اس امر کی ہے کہ اپنے عہد کی اس ہمہ جہت شخصیت پر کوئی نوجوان سکالر تحقیق کرے تو ایک مفصل کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ اس سلسلے میں ماہ نامہ ''الحبیب'' لاہور، ماہ نامہ نور وظہور، قصور کی فائلیں، علامہ نوری صاحب کی تصانیف بالخصوص ''۱۲ تقریریں'' کے پرانے ایڈیشن پر حضرت صاحبزادہ فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ، ''نشری تقریریں'' پر ریڈیو پاکستان کے سید اسلام شاہ کا دیباچہ، علامہ غلام مہر علی کی کتاب الیواقیت المھریۃ، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی ''تذکرہ علمائے اہل سنت''، علامہ عبد الحکیم شرف قادری کی ''تذکرہ اکابر اہلِ سنت'' وغیرہ کتب اور اس دور کے رسائل و جرائد سے رہنمائی لی جائے۔

علامہ نوری صاحب کی وفات پر دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے ترجمان پمفلٹوں میں تعزیتی شذرے اور ماہ نامہ ضیائے حرم کا شذرہ اس وقت دستیاب ہوئے، جو نذرِ قارئین ہیں:

❶ ...... مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

یہ جان کاہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ آج ۱۳ مئی ۱۹۷۲ء کی شب اہل سنت کے نام ور مبلغ، سوزِ عشقِ رسول میں ڈوب کر پاکستان اور بیرونِ پاکستان تقریریں کرنے والے خطیب، مدیر اعلیٰ ''الحبیب''، دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مایہ ناز فرزند، سلسلہ نوریہ قادریہ کے ممتاز نوری علامہ الحاج مولانا محمد شریف صاحب

نوری قصوری داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مولانا کی رحلت صرف ان کے اقارب، احباب، برادرانِ سلسلہ، مقتدیوں اور بے شمار عقیدت مندوں کے لیے ہی سانحۂ عظیم نہیں اور یہ صرف اہلِ سنت کا چمن ہی نہیں اجڑا، بلکہ پورے عالم اسلام کا عظیم نقصان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ نوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف کو اپنے نوری محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے مرکزِ انوار بنائے، پس ماندگان کو صبر کرنے اور برادرانِ سلسلہ کو ان کے تبلیغی مشن کو جاری رکھنے کی توفیق بخشے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(علامہ) احمد علی قصوری، خطیب موتی مسجد، سرائے رتن چند، لاہور

[پمفلٹ انجمن حزب الرحمٰن بنام ''غوث الوریٰ'' سلسلہ اشاعت ۹۳، مطبوعہ ربیع الآخر ۱۳۹۲ھ]

اس سے اگلے پرچے، انجمن حزب الرحمٰن کے ''ترجمان'' میں درج ذیل مضمون شائع ہوا:

❷...... مختصر حالات علامہ الحاج محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ

آہ! آسمانِ خطابت وفصاحت کا وہ مہِ کامل جو پوری تابانی کے ساتھ دنیائے سنّیت پر ضو پاشی اور اپنی جادو بیانی اور سحر انگیزی سے محفلوں کی رنگینی اور رازدارانِ عشق ومحبت کے سینوں کو اپنے سوز وگداز کی روانی سے منور کر رہا تھا، اپنے عالم شباب میں ہی یکایک غروب ہو گیا، چمنستانِ نوریت کا وہ شگفتہ پھول جسے دنیا مولانا محمد شریف نوری کے نام سے ہمیشہ یاد کرتی رہے گی ۲۸؍ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ، مطابق ۱۳؍مئی ۱۹۷۲ء، جمعہ ہفتہ کی درمیانی شب اپنے چاہنے والوں کو داغِ مفارقت دے کر اپنے مطلوبِ حقیقی سے جا ملا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

دل اپنی طلب مَیں صادق تھا، گھبرا کے سوئے مطلوب گیا
دریا سے ہی موتی نکلا تھا، دریا ہی میں جا کے ڈوب گیا

علامہ نوری صاحب ۱۹۳۵ء میں ضلع گجرات کے قصبہ چکوڑی میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اسلامیہ ہائی سکول کنجاہ سے حاصل کرنے کے بعد پاکستان کی عظیم الشان مشہور

اور معروف دینی درس گاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں ۳۰ر محرم الحرام ۱۳۶۷ھ، مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۴۷ء، بروز اتوار داخل ہوئے [۱]، پانچ سال اڑھائی ماہ یہاں رہ کر علوم عربیہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، عقائد، ادب وغیرہ کی تکمیل کی، دورانِ تعلیم ہی میں حضرت قبلہ شیخ الحدیث والتفسیر فقیہ اعظم ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب نعیمی دامت برکاتہم العالیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ نوریہ قادریہ میں داخل ہوئے۔ دارالعلوم میں آپ حضور پرنور سید عالم ﷺ کے دیدار پُر انوار سے خواب میں مشرف ہوئے۔

۱۴ر ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ، مطابق یکم جنوری ۱۹۵۳ء کو بروز جمعرات دارالعلوم سے فارغ ہوئے، فراغت سے قبل ہی ۱۹۵۱ء کو قصور میں خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے مولوی فاضل اور ۱۹۵۵ء میں ادیب فاضل کا امتحان نمایاں کامیابی سے پاس کیا۔ ۱۹۵۶ء میں حنفیہ ہائی سکول قصور میں عربی کے مدرس مقرر ہوئے، یکم مئی ۱۹۵۹ء میں کلارک آباد ضلع لاہور کے ایک سو اٹھارہ عیسائی خاندانوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، جن کے افراد کی تعداد تقریباً دو ہزار تھی۔

قصور میں آپ کی زیرِ نگرانی رسالہ ماہ نامہ نور و ظہور جاری رہا، بعد ازیں آپ لاہور کی مختلف مساجد میں فرائضِ خطابت انجام دیتے رہے [۲]، شوال المکرّم ۱۳۸۲ھ/ مارچ ۱۹۶۳ء میں لاہور سے ماہ نامہ ''الحبیب'' جاری کیا۔

دارالعلوم سے تکمیلِ علوم کے فوراً بعد آپ نے تبلیغی دورے بھی شروع کر دیے تھے اور اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے تک تقریباً بیس برس تک آپ نے شب و روز تبلیغ کے لیے وقف فرما رکھے تھے۔ ارضِ پاک کا توچپہ چپہ آپ کی تبلیغ کا شاہد ہے، اس کے علاوہ باقی ممالک بھی آپ کی تبلیغ اور وجد آفرین تقاریر سے محظوظ ہوتے رہے۔ ریڈیو پاکستان سے

۱...... ان کے چچا مولانا غلام دین رحمۃ اللہ علیہ انھیں بصیر پور لے کر آئے تھے، جو خود بھی بہت بڑے عالم دین تھے۔ حضرت سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے جگری یار تھے۔ [محبّ نوری]

۲...... ۱۳۸۱ھ/۲-۱۹۶۱ء میں لاہور آ گئے، پہلے ایک عرصہ تک جامع مسجد سبیل والی، شاہ عالم مارکیٹ میں، پھر کچھ عرصہ سرائے رتن چند میں خطیب رہے، بعد ازاں...... [باقی اگلے صفحہ پر]

بہت سے خطابات کے علاوہ ریڈیو بغداد سے بھی آپ نے عربی زبان میں خطاب فرمایا۔

ان ممالک وامصار میں آپ نے تبلیغی دورفرمائے:

مدینہ طیبہ، مکہ معظّمہ، ریاض، خیبر، تبوک، الخلیل، بیت اللحم، یروشلم، بیت المقدس، عمان، شرقِ اردن، مدائن، بابل، ہلا، کوفہ، نجف اشرف، کربلا، بغداد، بصرہ، ام سعید، خرم شہر، کویت، بحرین، قطر، دبئی، مسقط، عجمان، افغانستان، ایران، عراق، شام، سعودی عرب وغیرہ

آپ دینی تنظیموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے، چنانچہ انجمن حزب الرحمٰن پاکستان، جمعیت العلماء پاکستان، جمعیت المسلمین پاکستان، ادارہ اصلاح المسلمین پاکستان، پاک سنی تنظیم کے مرکزی ناظم رہے۔

آپ آفتابِ سنت، ۱۲ رتقریریں، نشری تقریریں، مسئلہ گیارہویں، عرب کا مسافر، حرمتِ ماتم، حجیتِ حدیث وغیرہ کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔فنِ تقریر میں روانی، استدلال، طنز ومزاح، اندازِ بیاں، فصاحت و بلاغت، آواز کی دلکشی، جوشِ ایمان، سوز وگداز، عشقِ رسول ﷺ اور خوفِ خدا، غرضیکہ وعظ اور خطابت کی گوناگوں خصوصیات کے حامل تھے۔ جس کا ایک جامع نمونہ مولانا ابوالرضا عبدالعزیز نوری صاحب نے خطیبِ پاکستان علامہ نوری صاحب کی یاد میں منعقدہ تعزیتی اجلاس میں اپنے ایک شعر کے ساتھ پیش کیا:

شریفانہ تکلم تھا، زباں میں خوش بیانی تھی
ادیبانہ تخیل تھا، عمر پوری جوانی تھی!

[پمفلٹ انجمن حزب الرحمٰن ''ترجمان''، سلسلہ تبلیغ نمبر ۹۴، صفحہ ۱۱ تا ۱۴]

[بقیہ گزشتہ صفحہ]......شیش محل ہوزری کے بالمقابل جامع مسجد محمدیہ (راوی روڈ) میں تشریف لے آئے، یہاں آپ نے جامعہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ مسجد کا عظیم مینار آپ ہی کی مساعی سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ [تذکرہ اکابر اہل سنت]

جامعہ محمدیہ میں آپ نے ائمہ وخطباء کے لیے دورۃ القران اور خطابت کا کورس شروع کیا، جس میں علامہ نوری صاحب کے ساتھ مفتی اعجاز ولی رضوی اور صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ (آلومہار شریف) ایسے اکابر تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ [محبّ نوری]

③...... آہ! مولانا محمد شریف نوری

ضیائے حرم کی کاپیاں پریس جانے کو تیار تھیں کہ مولانا محمد شریف نوری کی وفات حسرت آیات کی خبر ملی، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

مولانا بے شمار خوبیوں کے حامل تھے، وہ اعلیٰ درجہ کے خطیب، ادیب، مصنف اور مبلغ تھے۔ ابتدا میں وہ ایک خوش الحان نعت خوان تھے، پھر انھوں نے میدانِ خطابت میں قدم رکھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں بہترین مقرر بن گئے۔ ان کی مقبولیت اور سحر بیانی کا یہ عالم تھا کہ کلارک آباد کے دو ہزار سے زائد عیسائی ان کا بیان حق ترجمان سن کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ اسی زمانہ میں (بلکہ زمانہ طالب علمی ہی میں [محبّ نوری]) وہ سلسلہ نوریہ نعیمیہ سے منسلک ہوئے اور حضرت الحاج ابوالخیر محمد نوراللہ صاحب دامت برکاتہم کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اسی نسبت سے وہ اپنے آپ کو نوری کہلاتے تھے۔ ان کی رحلت کو تمام موافق و مخالف حلقوں میں نہایت شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان کے انتقال پُر ملال سے ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو مستقبل قریب میں پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا نوری کی مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ آمین ثم آمین

[ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جون ۱۹۷۲ء، ص ۱۲]

تعزیتی اجلاس کا دعوت نامہ

علامہ نوری کے سانحہ ارتحال پر دارالعلوم حنفیہ فریدیہ میں تعزیتی اجلاس کا انعقاد ہوا، اس موقع پر حضرت سیدی فقیہ اعظم نے فضلائے دارالعلوم کو یہ دعوت نامہ بھجوایا، جو اختصار و جامعیت کا مرقع تھا:

از بصیر پور شریف

فرزند عزیز مولانا............... سلمہ ربہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ --- فقیر حزیں اور دارالعلوم کے نامور فرزند مولانا الحاج ابوالبیان محمد شریف نوری علیہ الرحمہ کی یاد میں 27 مئی 1972ء، مطابق ۱۳ ربیع الثانی، بروز ہفتہ

ایک ہنگامی اجلاس قرار پایا ہے۔آپ اور دارالعلوم کے تمام فضلاء کو دعوتِ شمولیت دیتا ہوں، ہفتہ کی شام تک دارالعلوم میں ضرور پہنچ جائیں:

الفقیر ابوالخیر النعیمی

تعزیتی اجلاس بیاد مولانا نوری رحمۃ اللہ علیہ

پاکستان کی عظیم الشان، بے مثل دینی درس گاہ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں اسی ادارہ کے مایہ ناز فاضل علامہ محمد شریف نوری صاحب کی یاد میں تعزیتی اجلاس بتاریخ ۱۳/ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ، مطابق ۲۷/مئی ۱۹۷۲ء، بروز ہفتہ، بعد نمازِ عشاء زیر صدارت حضرت مولانا الحاج محمد دین صاحب، والدِ بزرگ وار علامہ نوری صاحب منعقد ہوا، جس میں تقریباً دو صد فضلائے دارالعلوم کے علاوہ عوام کے جمِ غفیر نے شرکت کی۔

مولانا اللہ دتہ صاحب[۱]، خطیب غلہ منڈی ساہیوال، مولانا حافظ منظور حسین نوری[۲]، فاضل دارالعلوم (ٹیچر ڈی سی ہائی سکول بصیر پور)، مولانا ابوالضیاء محمد باقر نوری صاحب[۳]، صدرالمدرسین دارالعلوم ہذا نے مولانا کو منظوم خراجِ تحسین پیش کیا۔

اس کے بعد مولانا ابوالرضا محمد عبدالعزیز صاحب نوری[۴]، مہتمم دارالعلوم غوثیہ حویلی لکھا، مولانا علامہ ابوالفیض علی محمد صاحب نوری[۵]، مہتمم دارالعلوم فیض العلوم نوریہ وخطیب جامع مسجد غلہ منڈی وہاڑی، مولانا الحاج غلام حسین صاحب نوری[۶]، خطیب عیدگاہ میلسی، (علامہ) مولانا احمد علی صاحب قصوری[۷]، خطیب موتی مسجد سرائے رتن چند

۱......حالات کے لیے ملاحظہ کریں: حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، ص ۸۹

۲......حالات کے لیے ملاحظہ کریں: حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، ص ۲۵۵

۳......حالات کے لیے ملاحظہ کریں: حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، ص ۱۲۳

۴......حالات کے لیے ملاحظہ کریں: حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، ص ۱۸۵

۵......حالات کے لیے ملاحظہ کریں: حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، ص ۶۷

۶......حالات کے لیے ملاحظہ کریں: حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، ص ۸۳

۷......حالات کے لیے ملاحظہ کریں: حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، ص ۲۹۵

لاہور، مولانا الحاج خواجہ غلام حسین صاحب[۸]، خطیب دیپال پور، جناب ماسٹر حاجی فیض احمد صاحب بصیر پوری[۹] وغیرہ نے اپنے اپنے خطابات میں مولانا کی روح پر عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔

حضرت قبلہ فقیہ اعظم دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے روحانی فرزند علامہ نوری رحمۃ اللہ علیہ کے عشق و محبت، سوز و گداز اور خدماتِ دینِ متین کو شان دار الفاظ میں سراہا اور ان کے والدِ ماجد کو تسلی اور تشفی دیتے ہوئے صبرِ جمیل کی تلقین فرمائی۔

مولانا نوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی نے خطبۂ صدارت میں اپنے عظیم فرزند کے متعلق بڑے باوقار اور اچھوتے انداز میں اپنے قلبی جذبات کا اظہار فرمایا۔

رات کا اکثر حصہ گزر جانے کے باوجود حاضرین کے اصرار پر مولانا نوری کی ریکارڈ شدہ تقاریر سنائی گئیں تو مجمع پر عجیب کیف طاری ہوا۔ اب مولانا کی آواز کا ترنم، گھن گرج اور پرلطف اندازِ بیان نرالا ہی سماں پیدا کر رہا تھا۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد ایصالِ ثواب اور مولانا کے رفعتِ درجات کی دعا کی گئی۔ یہ جلسہ رات کے دو بجے اختتام پذیر ہوا۔

[ترجمان، سلسلہ تبلیغ نمبر ۹۴، انجمن حزب الرحمٰن، بصیر پور، صفحہ ۱۵ تا ۱۶]

قطعہ تاریخ وصال

علامہ محمد شریف نوری رحمۃ اللہ علیہ

آہ! بزمِ بلاغت کا مہ رو میدانِ خطابت کا ہیرو
اب توڑ گیا سب جام وسبو مے خانۂ سحر بیانی کے

۸.....حالات کے لیے ملاحظہ کریں: حضرت فقیہ اعظم کے مکتوباتِ مدینہ، ص ۲۶۲

۹.....ولد حافظ محمد رمضان، دار العلوم کے قریب رہائش تھی، گورنمنٹ ہائی سکول کے استاذ اور اچھے مقرر تھے۔

اک اور دیا یکلخت بجھا — عالم میں اندھیرا اور بڑھا
اے اہلِ نظر! دیکھو تو ذرا — بے تاب سا ہے ہر کوچہ وکو
وہ فلکِ فصاحت کا سورج — وہ اوجِ خطابت کا سورج
بوالخیر فقیہ اعظم کے — گل زارِ فقاہت کی خوشبو
اس نوری کی قسمت کیا کہنا — نوری کی محبت کیا کہنا
آئے تو مدینہ سے لیکن — یاں دل نہ لگا واپس پلٹا
اے والیٔ طیبہ جانبِ تو
ناگاہ بگوش ندا آمد — قطعہ تاریخ نما آمد
از بہرِ قصوریٔ نوری — بنویس کہ ''المغفور لہٗ''
۱۳۹۲ھ

علامہ ابوالضیاء محمد باقر ضیاء النوری
[پمفلٹ انجمن حزب الرحمٰن، سلسلہ اشاعات نمبر ۹۳، صفحہ ۱۶]

جامعہ انوار المصطفیٰ، موضع کبوتری (بہاول نگر) کے بانی استاذ الاساتذہ جامع معقول و منقول حضرت مفتی محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ منقبت لکھی:

بیاد فاضلِ گرامی خطیب نامی

الحاج ابوالبیان علامہ محمد شریف صاحب النوری رحمۃ اللہ علیہ

شاگردِ رشید عمدۃ المحدثین قدوۃ المفسرین رئیس المفتیین

الحاج علامہ ابوالخیر حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب النعیمی

پس از حمدے خدائے حی و قیوم — درودِ مصطفیٰ ذی شانِ رفعت

بگردیدہ بعالم خبرِ حسرت　　که نوری فاضلے بگزید رحلت

محمد شریف اسمش گرامی　　که بردل ہااست از وے داغِ فرقت

خلیق و خوش بیاں ، فاضلِ زمانہ　　که از خطبائے نامی برد سبقت

علامہ ہم فہامہ نامدارے　　باطرافِ جہاں بس داشت شہرت

کتب ہائے نگاریدہ عجیبہ　　نشانش باقیہ او غرقِ رحمت

فقیہِ اعظمش بنواخت زیں ساں　　بہر جا یافتہ تحسین و عزت

بود از موتِ عالم ثلمہ در دیں　　حدیثِ مصطفٰی ذی شان وعظمت

ہزاراں بار بادا رحمتِ حق　　برآں جائے که او را ہست تربت

بمیرد ہر کسے لیکن رحیلش　　بدل ہا راند خنجر ہائے فرقت

زِ تبلیغش شدہ صدہا مسلماں　　زِ قوم عیسائیاں فائز بجنت

عجب شیریں بیاں بودہ مبلغ　　که شنوندہ چنیں گفتے بحیرت

دلا وہ بلبلے با باغِ نوری　　موافق حال آمد سالِ ہجرت

۱۳۹۲ ھ

که وہ وہ بلبلے بباغِ نوری　　دلم گفتا چنیں تاریخِ رحلت

۱۳۹۲ ھ

ہزار و سہ صد و دو با نود داں　　ربیع الاوّلِ از سالِ ہجرت

صبر اکبر، که ایں جا کس نہ باقی　　بجز خالقِ جہاں ذی طولِ قدرت

بنوری زاں شدہ مشہر بآفاق

که با مفتیٔ اعظم داشت نسبت

یہ منقبت ہمیں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے علامہ مفتی محمد طاہر حفظہ اللہ کے ذریعے دستیاب ہوئی---[ادارہ]

❀❀❀❀❀

نقشہ اوقاتِ نماز برائے بصیر پور شریف ومضافات---ماہ اکتوبر 2023ء

تاریخ	صبح صادق، ابتدائے فجر وختم سحری	طلوعِ آفتاب، انتہائے فجر	ضحوۂ کبریٰ	ابتداء وقتِ ظہر	اخیر مثلِ اوّل	اخیر مثلِ دوم آغاز وقتِ عصر	غروبِ آفتاب (افطار) وقتِ مغرب	ابتداء وقتِ عشاء
-	گھنٹا منٹ سیکنڈ	گھنٹا منٹ سیکنڈ	گھنٹا منٹ سیکنڈ	گھنٹا منٹ سیکنڈ	گھنٹا منٹ سیکنڈ	گھنٹا منٹ سیکنڈ	گھنٹا منٹ سیکنڈ	گھنٹا منٹ سیکنڈ
1	4:37:51	5:55:58	11:15:10	11:54:27	3:18:55	4:10:58	5:52:30	7:10:30
2	4:38:28	5:56:33	11:14:52	11:54:08	3:18:06	4:09:55	5:51:16	7:09:15
3	4:39:04	5:57:09	11:14:33	11:53:49	3:17:18	4:08:52	5:50:02	7:08:00
4	4:39:41	5:57:45	11:14:15	11:53:30	3:16:29	4:07:49	5:48:48	7:06:46
5	4:40:18	5:58:21	11:13:57	11:53:12	3:15:40	4:06:47	5:47:35	7:05:33
6	4:40:55	5:58:58	11:13:39	11:52:54	3:14:51	4:05:44	5:46:23	7:04:20
7	4:41:31	5:59:35	11:13:21	11:52:36	3:14:03	4:04:42	5:45:11	7:03:08
8	4:42:08	6:00:12	11:13:04	11:52:19	3:13:14	4:03:40	5:43:59	7:01:58
9	4:42:45	6:00:50	11:12:47	11:52:02	3:12:25	4:02:38	5:42:48	7:00:47
10	4:43:22	6:01:28	11:12:30	11:51:46	3:11:37	4:01:37	5:41:38	6:59:38
11	4:43:59	6:02:06	11:12:14	11:51:30	3:10:48	4:00:35	5:40:28	6:58:30
12	4:44:36	6:02:44	11:11:57	11:51:15	3:10:00	3:59:35	5:39:19	6:57:23
13	4:45:13	6:03:23	11:11:42	11:51:00	3:09:12	3:58:34	5:38:10	6:56:16
14	4:45:50	6:04:03	11:11:26	11:50:46	3:08:25	3:57:34	5:37:03	6:55:11
15	4:46:28	6:04:42	11:11:12	11:50:32	3:07:37	3:56:34	5:35:56	6:54:06
16	4:47:05	6:05:22	11:10:57	11:50:19	3:06:50	3:55:35	5:34:49	6:53:03
17	4:47:43	6:06:03	11:10:43	11:50:06	3:06:03	3:54:37	5:33:44	6:52:00
18	4:48:20	6:06:44	11:10:30	11:49:54	3:05:17	3:53:38	5:32:39	6:50:59
19	4:48:58	6:07:25	11:10:16	11:49:42	3:04:31	3:52:41	5:31:35	6:49:58
20	4:49:36	6:08:06	11:10:04	11:49:32	3:03:45	3:51:44	5:30:32	6:48:59
21	4:50:14	6:08:48	11:09:52	11:49:21	3:03:00	3:50:47	5:29:30	6:48:01
22	4:50:52	6:09:31	11:09:40	11:49:12	3:02:15	3:49:52	5:28:28	6:47:04
23	4:51:30	6:10:13	11:09:29	11:49:03	3:01:31	3:48:57	5:27:28	6:46:08
24	4:52:09	6:10:56	11:09:19	11:48:54	3:00:47	3:48:02	5:26:29	6:45:13
25	4:52:48	6:11:40	11:09:09	11:48:47	3:00:04	3:47:09	5:25:30	6:44:20
26	4:53:26	6:12:24	11:09:00	11:48:40	2:59:22	3:46:16	5:24:33	6:43:27
27	4:54:05	6:13:08	11:08:51	11:48:34	2:58:40	3:45:24	5:23:37	6:42:36
28	4:54:45	6:13:52	11:08:43	11:48:28	2:57:59	3:44:33	5:22:41	6:41:47
29	4:55:24	6:14:37	11:08:36	11:48:24	2:57:19	3:43:42	5:21:47	6:40:58
30	4:56:04	6:15:23	11:08:29	11:48:20	2:56:39	3:42:53	5:20:54	6:40:11
31	4:56:44	6:16:08	11:08:23	11:48:17	2:56:01	3:42:05	5:20:02	6:39:25

● ...... گھڑیاں درست رکھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ 803

Monthly NOOR UL HABIB Baseer Pur Sharif 83 October 2023ء

Book No. 35 Serial No. 10
Oct-2023
Monthly "NOOR-UL-HABIB" Basirpur
Regd No. PS / CPL - 25
ISSN
1993-4238